مسلسل اشاعت کے ۲۴ سال

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

ملتان

شمارہ ۴ جلد ۱۸ ربیع الثانی ۱۴۳۵ فروری 2014

Email: khatmenubuwwat@ymail.com

شیخ الحدیث مولانا علاؤالدین کا سانحہ ارتحال

وزیر اعظم کے نام کھلا خط

تحفظ ختم نبوت اور ہماری ذمہ داریاں

حضرت امام سفیان ثوری

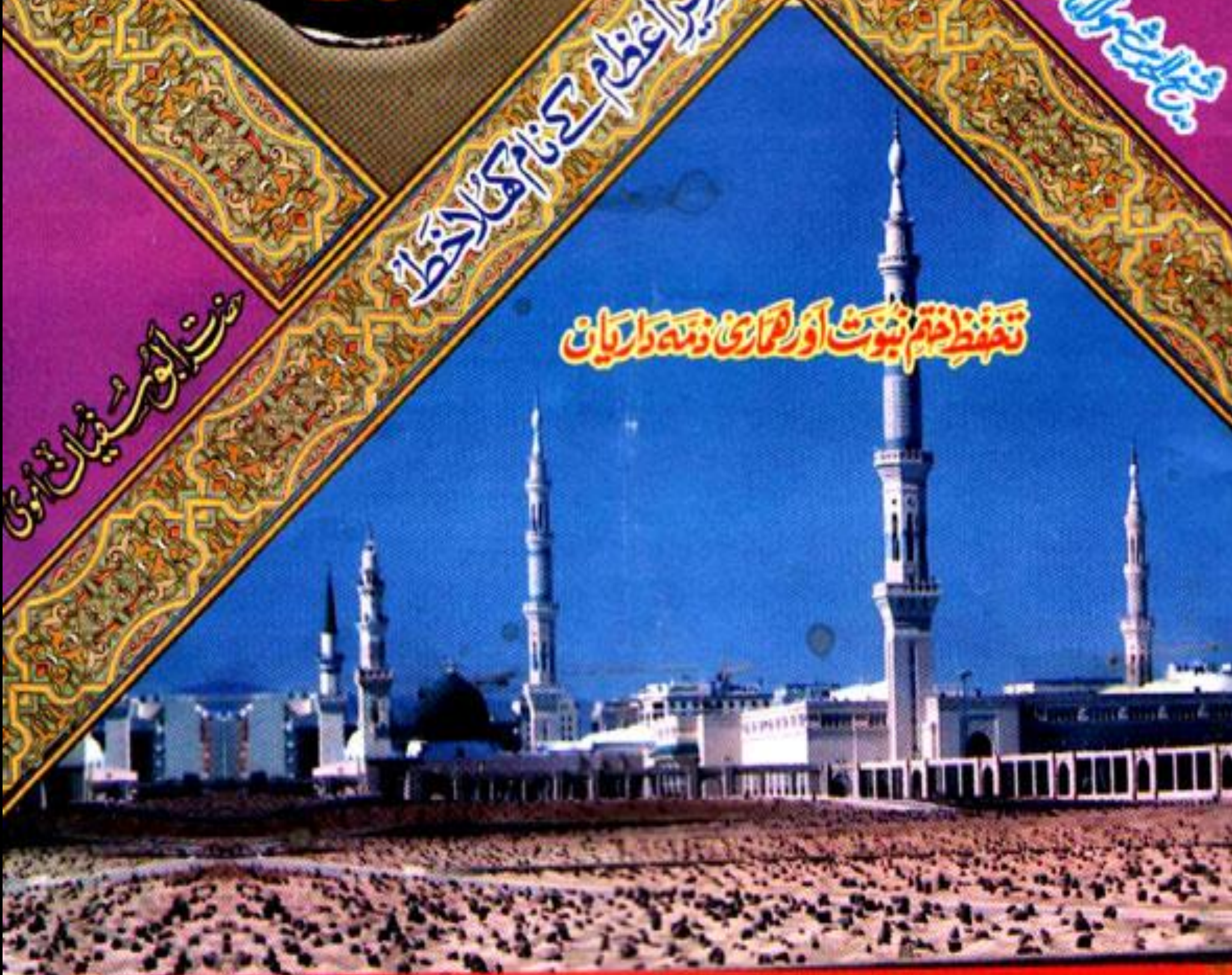

مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کی نئی درسگاہوں کا افتتاح

فتنہ قادیانیت اور اسلامی اصطلاحات

www.khatm-e-nubuwwat.com, www.lolaak.clickhere2.net, www.laulak.info

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

ملتان

شمارہ: ۴ جلد: ۱۸

بیاد

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ
حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
حضرت مولانا عبدالرحمن میانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہؒ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ
صاحبزادہ طارق محمودؒ

مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
پیر طریقت حضرت مولانا شاہ نفیس الحسینیؒ
حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
حضرت مولانا سعید احمد جلالپوریؒ

بانی: مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحب

زیر سرپرستی: حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب

نگران اعلیٰ: حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نگران: حضرت مولانا اللہ وسایا

چیف ایڈیٹر: حضرت مولانا عزیز احمد

حضرت مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی

ایڈیٹر: صاحبزادہ حافظ مبشر محمود

مرتب: مولانا عزیز الرحمن ثانی

کمپوزنگ: یوسف ہارون

مجلس منتظمہ

علامہ احمد میاں حمادی	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا بشیر احمد	حافظ محمد یوسف عثمانی
مولانا محمد اکرم طوفانی	حافظ محمد ثاقب
مولانا فقیر اللہ اختر	مولانا مفتی حفیظ الرحمن
مولانا عبدالرشید غازی	مولانا قاضی احسان احمد
مولانا غلام حسین	مولانا محمد طیب فاروقی
مولانا محمد اسحاق ساقی	مولانا محمد علی صدیقی
مولانا غلام مصطفیٰ	مولانا محمد حسین ناصر
چوہدری محمد اقبال	غلام مصطفیٰ چوہدری ایڈووکیٹ
مولانا عبدالرزاق	مولانا محمد قاسم رحمانی

رابطہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4783486

ناشر: عزیز احمد مطبع: تشکیل نو پرنٹرز ملتان مقام اشاعت: جامع مسجد ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمۃ الیوم		
وزیراعظم کے نام کھلا خط	مولانا عزیز الرحمن جالندھری	3
واقعات وتوقعات	مولانا اللہ وسایا	5
مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کی نئی درسگاہوں کا افتتاح	〃 〃 〃	6
مقالات ومضامین		
دائرہ نبوت کا مرکز	مولانا توصیف احمد	8
حضرت ابوسفیان اموی	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	12
حضرت ابوذر جندب غفاری	حافظ محمد انس	16
ایک دن آنے والا ہے	مولانا قاضی احسان احمد	17
انڈیا میں ایک ہفتہ کا سفر (مکمل قسط)	مولانا اللہ وسایا	19
شخصیات		
پروفیسر محمد الیاس برنی (قسط نمبر2)	ڈاکٹر مولانا عبدالحلیم چشتی	26
شیخ الحدیث مولانا علاؤ الدین کا سانحہ ارتحال	مولانا اللہ وسایا	30
جناب جمال عبدالناصر مرحوم کی جدائی	〃 〃 〃	32
مولانا محمد اجمل وجناب سید کمال شاہ کی شہادت	〃 〃 〃	34
رد قادیانیت		
قادیانیت کی مختصر تاریخ (آخری قسط)	جناب ارشد سراج الدین	37
فتنہ قادیانیت اور اسلامی اصطلاحات (قسط نمبر4)	مولانا شاہ عالم گورکھپوری	43
تحفظ ختم نبوت اور ہماری ذمہ داریاں	حضرت مولانا ابوالقاسم نعمانی	47
متفرقات		
جماعتی سرگرمیاں	ادارہ	53

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

کلمۃ الیوم!

وزیراعظم کے نام کھلا خط!

بخدمت جناب میاں محمد نواز شریف صاحب وزیراعظم پاکستان!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ...... مزاج گرامی!

امید ہے کہ آپ اپنی خداداد بہترین صلاحیتوں کے ساتھ عافیت سے ہوں گے۔ ملک عزیز پاکستان کی مخلصانہ خدمت کی اللہ تعالیٰ آپ کو مزید توفیق سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔ آج یکم جنوری ۲۰۱۴ء کے روزنامہ نوائے وقت ملتان کے (سیون سٹار) کے پہلے صفحہ پر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب سے آپ کی ملاقات کی خبر شائع ہوئی۔ اس کا بقیہ حصہ صفحہ ۱۰ر کالم نمبر۱ کے ان الفاظ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا مقصود ہے:

''اسی طرح یہ بات کہی جارہی ہے۔ قادیانیوں کے تعلیمی ادارے واگزار کئے جارہے ہیں۔ جس پر وزیراعظم نے کہا یہ ہمارے مخالفین کا پروپیگنڈہ ہے۔ ایسی کوئی تجویز حکومت کے زیرغور نہیں۔''

محترمی! اس سلسلہ میں آپ کی توجہ روزنامہ ''امت'' کراچی ۲۷ردسمبر ۲۰۱۳ء کے رنگین ص۴ پر جناب سیف اللہ خالد کا مضمون شائع ہوا ہے۔ اس کی طرف مبذول کراتا ہے جس میں درج ہے کہ:

۱...... سیاسی مخالفین کا پروپیگنڈہ نہیں بلکہ حقائق ہیں کہ آپ کے برادر گرامی جناب شہباز شریف خادم اعلیٰ پنجاب سے قادیانی جماعت کا وفد قادیانی رہنما مرزا سلیم الدین کی سربراہی میں ملا۔

۲...... اس قادیانی وفد اور چیف منسٹر پنجاب سے ملاقات کے بعد وزیراعلیٰ سیکرٹریٹ پنجاب سے ایک سرکاری لیٹر سیکرٹری سکولز ایجوکیشن اور سیکرٹری ہائر ایجوکیشن کو جاری کیا گیا جس کا عنوان تھا ''پنجاب میں قومیائے گئے تعلیمی ادارے'' خط کا نمبر اور تفصیل مضمون میں درج ہے۔

۳...... یہ خط چیف منسٹر کے ڈپٹی سیکرٹری شاہد اقبال کے دستخطوں سے جاری ہوا۔

۴...... اس میں درج تھا کہ پانچ دنوں میں ان قومیائے گئے تعلیمی اداروں کی بابت رپورٹ پیش کریں۔

۵...... ان دس تعلیمی اداروں کی تفصیلات بھی خط میں درج ہیں جو قادیانیوں کو واپس کرنے کے لئے بحث ویز ہورہی ہے۔

۶...... ہائر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے ''جویریہ تسلیم'' سیکشن آفیسر کے دستخطوں سے ڈائریکٹر ایجوکیشن فیصل آباد کو ۱۳ردسمبر ۲۰۱۳ء کو لیٹر جاری ہوا۔

۷...... اس کے کونہ پر موسٹ ارجنٹ بذریعہ فیکس بھی لکھا ہے۔

۸...... اس کی کاپی چیف منسٹر کے پرائیویٹ سیکرٹری ہائر ایجوکیشن کو بھی بھیجی گئی۔

۹...... اس کا جواب دونوں میں طلب کیا گیا۔

۱۰...... اس لیٹر کا نمبر اور دونوں خطوط کے عکس بھی روزنامہ امت کراچی میں شائع ہوئے۔

ان حقائق کی روشنی میں آنجناب اور جناب میاں شہباز شریف وزیراعلیٰ پنجاب توجہ فرمائیں کہ یہ سیاسی مخالفین کا پروپیگنڈہ ہے یا خود میاں شہباز شریف کے نام پر ان کے عملہ و سرکاری قادیانی افسران کی کارکردگی؟ کچھ عرصہ پہلے پنجاب کے بلدیاتی الیکشن کے فارم درخواست سے ختم نبوت کا حلف نامہ حذف کیا گیا۔ جو پھر بحال ہوا۔ اب یہ سازش ہورہی ہے۔ قادیانی اور پنجاب حکومت میں چھپے قادیانی افسران آخر کیا کھیل کھیلنا چاہتے ہیں۔ اللہ رب العزت آپ کو اور جو آپ کے برادر گرامی کو توفیق دیں کہ آپ ان قادیانی سازشوں کے بانی مبانی قادیانی افسران کو لگام دے سکیں۔

ذیل میں روزنامہ امت کراچی کے مضمون کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

''باوثوق ذرائع سے ملنے والی اطلاعات کے مطابق نومبر کے آخری ہفتہ میں قادیانی جماعت کا ایک وفد مرزا سلیم الدین قادیانی کی قیادت میں پنجاب کی اعلیٰ شخصیت سے ملا اور اس کے فوراً بعد ۳ر دسمبر ۲۰۱۳ء کو وزیراعلیٰ سیکرٹریٹ پنجاب سے ایک لیٹر سیکرٹری سکولز ایجوکیشن اور سیکرٹری ہائر ایجوکیشن کو جاری کیا گیا جس کا DS(ASSEM) CMO/13/OT-47/(B) 0010967 اور عنوان تھا۔'' پنجاب میں قومیائے گئے تعلیمی ادارے۔'' اس لیٹر کو چیف منسٹر کے پی ایس او کو بھی کاپی کے طور پر بھیجا گیا ہے۔

ڈپٹی سیکرٹری ٹو چیف منسٹر شاہد اقبال کے دستخط سے جاری کردہ اس لیٹر میں وزیراعلیٰ کی جانب سے سیکرٹری اسکولز اور سیکرٹری ہائر ایجوکیشن کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ پنجاب میں قومیائے گئے تعلیمی اداروں کی واپسی کے تناظر میں ساتھ دیئے نوٹ میں درج تعلیمی اداروں سے متعلق جامع رپورٹ ۵ر دن میں وزیراعلیٰ کو پیش کریں۔ ''امت'' کو دستیاب اس حکم نامے کے ساتھ منسلک لیٹر کا عنوان ہے:'' ڈی نیشنلائزیشن آف ایجوکیشن انسٹی ٹیوشنز ان بائی صدر انجمن پاکستان'' یعنی ماضی میں صدر انجمن کے زیر اہتمام چلنے والے جو ادارے قومی تحویل میں لیے گئے تھے ان کی واپسی، اور اس سرخی کے ذیل میں ۱۰ر اداروں کے نام درج ہیں۔ جن میں سے ۵ر ضلع چنیوٹ، ۲ر گجرات، ۲ر سیالکوٹ اور ا ر گوجرانوالہ میں واقع ہے۔ اس ضمن میں جو دوسرا لیٹر ''امت'' کو دستیاب ہوا۔ وہ ہائر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ پنجاب کی جانب سے ڈائریکٹر ایجوکیشن فیصل آباد کے نام ۱۳ر دسمبر کو جاری ہوا۔ سیکشن افسر ''جویریہ تسلیم'' کے دستخط سے جاری ہونے والے اس لیٹر کا نمبر SO(A-11)1-24/2013(P ہے اور اس کے کونے پر CM ڈائریکٹو موسٹ ارجنٹ بذریعہ فیکس بھی لکھا ہوا ہے۔ اس کی کاپی ڈپٹی سیکرٹری چیف منسٹر پنجاب، پی ایس ٹو سیکرٹری ہائر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ، پی ایس ٹو ایڈیشنل سیکرٹری (اکیڈمک) ہائر ایجوکیشن پنجاب کو بھی بھیجی گئی۔ ہے۔ اس لیٹر میں وزیراعلیٰ سیکرٹریٹ کے لیٹر کا حوالہ دے کر لکھا گیا ہے کہ'' اس لیٹر اور اس سے ملحق نوٹ کے حوالے سے ہر صورت میں 2 دن کے اندر جامع رپورٹ اور تجاویز وزیراعلیٰ آفس کو بھیجی جائیں اور اس معاملے کو موسٹ ارجنٹ سمجھا جائے...................!!

اطلاعات کے مطابق اس وقت ضلع چنیوٹ چناب نگر میں 5 تعلیمی ادارے ہیں۔ جن میں ایک تعلیم الاسلام کالج اور دوسرا تعلیم الاسلام ڈگری کالج ہے۔ تاہم اسے ایک ہی پرنسپل کے تحت ایک ادارہ قرار دیا جاتا ہے اور اس کا رقبہ 648 کنال پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ تعلیم الاسلام ہائی سکول۔ نصرت گرلز کالج، نصرت ہائی سکول اور نصرت پرائمری سکول شامل ہیں۔

تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل پروفیسر جہانگیر احمد چودھری نے ''امت'' سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ انہیں یہ تو معلوم نہیں کہ حکومت کیا کرنا چاہتی ہے یا کیا فیصلہ کر چکی ہے۔ البتہ ان سے کارکردگی رپورٹ اور تجاویز مانگی گئی تھیں۔ جو انہوں نے بھجوا دی ہیں اور حکومت کو لکھا ہے کہ اگر یہ تعلیمی ادارے واپس قادیانیوں کو دیئے گئے تو یہاں زیر تعلیم 80 فیصد مسلمان طلبہ متاثر ہوں گے اور اس علاقہ میں امن وامان کا شدید خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ کالج میں مسلمانوں کی ایک مسجد ہے جہاں جمعہ بھی ہوتا ہے۔ اس حوالے سے بھی ایک مسئلہ پیدا ہوگا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ 5 برس قبل اس کالج میں تعینات ہوئے ہیں اور یہاں کا تعلیمی معیار بہترین ہے۔ گزشتہ امتحانات میں ڈگری کالج کے ایک طالب علم نے بورڈ میں تیسری پوزیشن حاصل کی تھی جبکہ ایم اے اور ایم ایس سی کے امتحان میں بھی اس کالج کے طلبہ یونیورسٹی کی پہلی 5 میں سے ایک دو پوزیشنیں لے رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے کالج میں ایک ہزار کے قریب طلبہ ہیں جن میں سے 8 سو مسلمان ہیں لیکن جب سے ''ڈی نیشنلائزیشن'' کی افواہیں شروع ہوئیں ہیں۔ ان طلبہ میں شدید پریشانی پائی جاتی ہے۔ دیگر تعلیمی اداروں میں بھی یہی صورتحال ہے۔ کالج کے سٹاف میں بھی 2 اساتذہ قادیانی اور 36 مسلمان ہیں۔ ایک ذریعے نے انکشاف کیا ہے کہ ان تعلیمی اداروں کو 1972ء میں ذوالفقار علی بھٹو نے قومی تحویل میں لیا تھا۔ اس سے قبل یہاں قادیانی اپنی تعلیمات کے مطابق اپنا نصاب پڑھاتے تھے۔ طلبہ کو خوف ہے کہ آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔ ایم ایس سی کے ایک طالب علم محمد طیب نے ''امت'' سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ ان کالجز اور سکولوں کی خستہ حال عمارتوں پر حکومت نے کروڑوں روپے مسلمانوں کے ٹیکس سے خرچ کیے ہیں۔ صرف ایک کیمپس کی تعمیر پر ہی 9 کروڑ کا خرچہ آیا ہے جبکہ یہاں زیر تعلیم 80 فیصد طلبہ مسلمان ہیں۔ ایسے میں اگر ان تعلیمی اداروں کو قادیانی جماعت کے حوالے کیا گیا تو..............................'' (روزنامہ امت کراچی ۲۷؍دسمبر ۲۰۱۳ء)

....

آپ کا دعاگو ...... (مولانا) عزیز الرحمن جالندھری
ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان
(۲؍جنوری ۲۰۱۴ء)

واقعات وتوقعات

جناب ذوالفقار علی بھٹو کی ہدایت پر حکومت اور اپوزیشن دونوں فریق قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث

کے لئے ایک تھے۔دونوں فریق کی آخری روز مشترکہ قرارداد جناب عبدالحفیظ پیرزادہ وفاقی وزیر قانون نے پیش کی۔جناب یحییٰ بختیار اٹارنی جنرل پاکستان اوراس وقت کے قومی اسمبلی کے سپیکر جناب فاروق علی خان کی گرانقدر خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔پہلے دن ۳۲ ممبران قومی اسمبلی نے قرارداد پیش کی پھر مزید دس ممبران نے دستخط کیے یہ ۴۶ ممبران قومی اسمبلی محرکین قرارداد قرار پائے۔ان کی خدمات کو نہیں بھلایا جاسکتا۔

۷ردسمبر ۱۹۷۴ء کو جناب ذوالفقار علی بھٹو نے قرارداد منظور ہونے کے بعد جو سرکاری سطح پر پالیسی خطاب کیا۔اس کا یہ اقتباس خصوصیت سے پیش نظر رہے۔قومی اسمبلی کی یہ کاروائی خفیہ ہوئی ہے۔اگر یہ خفیہ نہ ہوتی تو ممبران اس یکسوئی سے اظہار خیال نہ کرسکتے۔لیکن کوئی چیز ہمیشہ کے لئے خفیہ نہیں رہتی۔یہ کاروائی بھی ایک روز منظر عام پر آئے گی۔لہٰذا ابھی کچھ اضافی وقت لگے گا۔جس کے بعد یہ کاروائی منظر عام پر لائی جائے گی۔میں یہ نہیں کہتا کہ ہم اس ریکارڈ کو دفن کردیں گے۔ہرگز نہیں۔یہ خیال ایک غیر حقیقی خیال ہوگا۔(خطاب وزیراعظم پاکستان اور قومی اسمبلی ۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء) بھٹو صاحب کی بات کو حق تعالیٰ نے کس طرح قبول فرمایا کہ آج چارسوئے عالم انٹرنیٹ پر یہ قومی اسمبلی کی کاروائی کروڑوں بندگان خدا پڑھ رہے ہیں۔ فلحمد للّٰہ!

تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے

آج مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ کے جانشین قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن امیر کل پاکستان جمعیت علمائے اسلام مسئلہ ختم نبوت کی پاسبانی کے لئے پوری امت کی طرف سے اپنے والد کی جانشینی کا حق ادا کرتے ہوئے سینہ سپر ہیں۔جناب ذوالفقار علی بھٹو اس وقت پاکستان کے وزیراعظم تھے۔آج ان کی جگہ جناب میاں محمد نواز شریف پاکستان کے وزیراعظم ہیں۔کیا ضرورت پڑنے پر میاں صاحب، جناب بھٹو صاحب کی طرح اس مسئلہ کی پاسبانی کے لئے جرأت رندانہ کا کردار ادا کریں گے؟ یہ آنے والا وقت بتائے گا۔لیکن خیال رہے کہ وہ ۱۹۷۴ء تھا۔آج ۲۰۱۳ء کا آخر ہے۔

مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کی نئی درسگاہوں کا افتتاح

اللہ رب العزت کا لاکھوں لاکھ شکر ہے کہ ۲۱رصفر ۱۴۳۵ھ مطابق دسمبر ۲۰۱۳ء بروز بدھ صبح مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کی نئی عمارت میں تعلیمی کلاسوں کا آغاز ہوگیا ہے۔

قارئین کو یاد ہوگا شعبان ۱۴۳۴ھ سے مدرسہ کے لئے نئی عمارت کی تعمیر کا کام شروع ہوا تھا۔ڈیڑھ سال یہ تعمیرات بڑے تسلسل کے ساتھ جاری رہیں۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی نشرواشاعت کے شعبہ کے ناظم مولانا عزیز الرحمٰن ثانی بڑی بے جگری کے ساتھ تعمیرات کے لئے کوشاں رہے۔حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب کے مشورہ وسرپرستی، مولانا غلام مصطفیٰ، برادر جناب محمد یٰسین کے تعاون، حضرت مولانا سیف اللہ خالد کی شبانہ روز رہنمائی سے مولانا عزیز الرحمٰن ثانی نے کام کو جاری رکھا۔گرمی وسردی میں تسلسل سے کام جاری رہا۔چنانچہ گزشتہ سالانہ ختم نبوت کانفرنس کے موقع پر اس عمارت کو عارضی طور پر مہمانان کے لئے استعمال میں لایا گیا۔کانفرنس کے بعد باقی ماندہ رنگ وروغن، فرشوں کی تکمیل، پلاٹ کی درستگی،

طہارت خانوں کو چالو کرنا، چاردیواری کو اونچا کرنا، اس کا پلستر، بلڈنگ اور چاردیواری کے درمیان فرش کی تکمیل، چاردیواری پر خاردار تار کی تنصیب کے لئے لوہے کے انگلا ئرن لگوانا، ٹینکی کی تعمیر، پلاٹوں میں مزید مف ٹائلیں لگوانا، یہ کام باقی تھے۔ سالانہ کانفرنس کے اختتام کے اگلے دوروز بعد تعمیری کام کا پھر آغاز کر دیا گیا۔

قارئین کرام! جماعت کے رفقاء، بہی خواہاں مجلس! یہ سن کر خوشی محسوس کریں گے کہ ٹینکی کی تعمیر اور معمولی حصہ میں مف ٹائل اور دیوار پر خاردار تار کی تنصیب کے علاوہ باقی نہ صرف یہ کہ کام مکمل کر لیا گیا ہے۔ بلکہ تمام کمروں میں کارپٹ بھی بچھا دیا گیا ہے۔ کمروں میں کتابی طلباء وکرام نے رہائش اختیار کر لی ہے۔ درس گاہوں میں کلاسیں لگنا شروع ہوگئی ہیں۔ مدرسہ عربیہ ختم نبوت کے صدر مدرس مولانا غلام رسول صاحب دین پوری نے پہلے ختمی طلباء کو صحاح ستہ کی اول وآخری احادیث یاد کرائیں۔ پھر ۲۱ رصفر کو ان تمام رہائش کمروں اور کلاس گاہوں کے کمروں میں سورہ یٰسین، سورہ رحمٰن اور صحاح ستہ کی اول وآخری احادیث کو برکت کے لئے پڑھا گیا۔ پھر تمام طلباء واساتذہ نے مل کر اجتماعی دعا کی۔ مولانا غلام رسول صاحب، مولانا غلام مصطفیٰ تمام اساتذہ نے دعا میں حصہ لیا اور اس کے بعد رہائش گاہوں میں طلباء نے اپنا سامان منتقل کیا اور کلاسوں میں اسباق شروع ہوگئے۔ اس موقع پر اساتذہ اور دوسرے دوستوں نے تو خیر خوشی محسوس کرنا تھی ہی۔ لیکن طلبائے عزیز کی خوشی قابل دید نظارہ پیش کر رہی تھی کہ بہت عرصہ ان طلباء نے پہلی عمارت میں بہت گھمسان سے وقت گزارا۔ اکثر کلاسیں تو مسجد میں لگتی تھیں۔ اب کھلی رہائش، صاف ستھری وسیع درسگاہوں سے انہیں جو خوشی ہوئی وہ بہت ہی لائق توجہ ہے۔ بڑے عرصہ سے طلباء واساتذہ کا اصرار تھا کہ نامکمل کام کے باوجود یہاں منتقل ہونے کی اجازت دی ہے۔ لیکن کارپٹ کی تنصیب کے بغیر ان کمروں سے استفادہ خاصا مشکل ہوتا۔ اللہ رب بہت ہی جزائے خیر سے نوازیں ہمارے محترم حضرت حاجی فرزند علی صاحب مرحوم سکھر والوں کے صاحبزادہ برادرم جناب شیخ شکیل احمد اور ان کے برادران کو انہوں نے کارپٹ بھجوایا۔ مولانا محمد حسین مبلغ سکھر کے ہمراہ کاریگروں کی ٹیم آئی۔ جس نے دن رات ایک کر کے کارپٹ بھی بچھوا دیئے۔ ان دنوں میں جبکہ سردی نے جوش پکڑا کہ ادھر یہ عمارت بھی قابل استعمال بن گئی۔

جامعہ اسلامیہ امدادیہ چنیوٹ کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا سیف اللہ صاحب سفر سے واپس آتے ہی سیدھے مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی آئے۔ تمام طلباء واساتذہ کو مبارکباد دی۔ ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔

قارئین سے درخواست ہے کہ وہ اس نئے حصہ بلڈنگ کی تکمیل کے اس موقعہ پر دعا فرمائیں کہ اس بلڈنگ کی ایک ایک اینٹ کے ایک ایک ذرہ کو اللہ تعالیٰ دینی علوم کی ترویج اور اشاعت اسلام کے لئے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں۔ اس میں پڑھنے والے طلباء عزیز کو اللہ تعالیٰ علم نافع نصیب فرمائیں۔ عمل والے علم کے ساتھ تمام اساتذہ وطلباء کو حق تعالیٰ اخلاص کی دولت سے مالا مال فرمائیں اور قیامت کی صبح تک اللہ تعالیٰ اس ادارہ کو آباد اور شاد رکھیں۔ ہم رہیں نہ رہیں۔ ان اداروں کی آبادی کے لئے خدا تعالیٰ رجال کار مہیا فرماتے رہیں۔ وماذالك على الله بعزيز!

عالمی مجلس کے تمام معاونین کو ڈھیروں ڈھیروں مبارک ہو کہ آپ کی دعاؤں سے الحمدللہ عالمی مجلس نے ایک اور مرحلہ ترقی بھی طے کر لیا ہے: ”فلحمد لله اوّلاً وآخراً، امين بحرمة النبى الكريم“

دائرہ نبوت کا مرکز!

ختم نبوت کانفرنس برمنگھم میں حضرت مولانا عبدالغفور قاسمی ﷫ کا بیان!

مولانا توصیف احمد!

میرے محترم دوستو اور مسلمان بھائیو! یہ عالم جس کے اندر ہم آباد ہیں۔ اس کی بقا ہدایت سے وابستہ ہے۔ یہ عالم جب تک باقی رہے گا تب تک اس میں ہدایت کا راستہ باقی رہے گا۔ تو بقائے عالم ہدایت سے وابستہ ہے اور ہدایت ایک ایسی چیز ہے کہ نبوت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔ ہدایت نبوت سے ہی حاصل ہوسکتی ہے۔ ہدایت نام ہے اللہ تعالیٰ کی مرضیات اور نامرضیات معلوم کرنے کا۔ پروردگار عالم کن کاموں سے راضی ہے اور کن کاموں سے ناراض ہے۔ یہ بات ایسی ہے جو صرف عقل سے معلوم نہیں ہوسکتی۔ یہ بات اگر معلوم ہوسکتی ہے تو کسی پیغمبر کے بتانے سے معلوم ہوسکتی ہے۔

ایک دسترخوان پر اگر متعدد کھانے رکھے جائیں اور دنیا کے عقل مندوں کو ان کھانے پر دعوت دی جائے اور وہ اس دسترخوان پر جمع ہو جائیں تو ڈاکٹر کو پتہ نہیں چلے گا کہ اس بیرسٹر کی پسندیدہ چیز کیا ہے۔ بیرسٹر کو پتہ نہیں چلے گا کہ اس شیخ الحدیث کی پسندیدہ چیز کون سی ہے۔ شیخ الحدیث کو پتہ نہیں چلے گا کہ اس مولانا کی پسندیدہ چیز کون سی ہے۔ کسی کا ہاتھ روٹی کی طرف بڑھتا ہے۔ کوئی چاول کی طرف بڑھتا ہے اور میرے جیسے ''ملا'' کا ہاتھ حلوہ پر ہوتا ہے۔

انسان کو انسان کی مرضی کا پتہ نہیں ہوسکتا۔ تو انسان کو اللہ کی مرضی کا پتہ اللہ کے رسول ﷺ کے بتائے بغیر نہیں چل سکتا۔ عقل نورانی چیز ہے۔ لیکن عقل کی نورانیت ایسی ہے جیسی آنکھ کی نورانیت ہے۔ یہ دونوں آنکھیں موجود ہیں۔ علم حدیث کا بھی حافظ ہے۔ لیکن رات اندھیری ہو جائے۔ بجلی دستیاب نہ ہو تو کبھی گڑھے میں گر جاتا ہے۔ کبھی کانٹا اس کو چبھ جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ دو آنکھیں اس کے چہرہ پر موجود ہیں اور یہ ہے بھی بڑا عالم۔ پھر گڑھے میں کیسے گرا؟۔ کیونکہ آنکھ کی نورانیت تب کام دے سکتی ہے۔ جب سورج یا بجلی کی روشنی اس کی رہنمائی کرے۔ عقل کی نورانیت جب کام دے گی جب شریعت محمدی ﷺ کی روشنی اس کی رہنمائی کرے۔ اس کے بغیر اگر سوچنے کی کوشش کرے گا تو عقل کسی گمراہی کے گڑھے میں گرا دے گی۔

ہدایت نبوت کے بغیر نہیں مل سکتی

اس لئے ہدایت نبوت کے بغیر نہیں مل سکتی۔ اس وجہ سے رب العالمین نے دنیا میں پہلے انسان کو دنیا کا پیغمبر بنایا۔ حضرت آدم علیہ السلام دنیا کے پہلے انسان۔ وہ پہلے پیغمبر ہیں۔ لیکن نبوت کا سلسلہ کیسے شروع ہوا۔ یہ بات سمجھنے کی ہے۔ فرمایا نبی اکرم ﷺ نے: ''کنت اول النبین فی الخلق واخرھم فی البعث'' میں پیدائش کے اعتبار سے پہلے اور بعثت کے اعتبار سے آخری ہوں۔

اس کی تشریح انسانی فہم کے مطابق اس طرح سمجھئے جس طرح دنیا گول ہے۔اسی طرح نبوت کا سلسلہ اور دائرہ بھی گول ہے۔دائرہ جو بنایا جاتا ہے۔اس میں پرکار استعمال کی جاتی ہے۔اس کا ایک طرف کا حصہ زمین پر مضبوطی کے ساتھ جما دیا جاتا ہے اور دوسرے حصے سے دائرہ کی لکیر کھینچی جاتی ہے۔دائرہ کا قانون ہے کہ جس جگہ سے دائرہ شروع ہوا۔گر وہاں ختم ہو تو دائرہ مکمل اور صحیح ہوگا۔آدم بمنزلہ باپ کے تھا۔لیکن ماں کی کمی تھی۔چونکہ نہایت دائرہ عیسیٰ پر ہوتی ہے۔اس وجہ سے ماں کو رکھا گیا اور باپ کو ہٹایا گیا۔آپ کہیں گے کہ پھر ہمارے پیغمبر ﷺ وسلم کا کیا درجہ ہے۔آپ کو معلوم ہے کہ دائرہ کا تمام ہوتا ہے مرکز پر۔جو کہ دائرہ کے بیچ کا حصہ ہوتا ہے جس پر پرکار کا پہلا حصہ جما ہوا ہے اور جس کے اردگرد دائرہ کھینچا جاتا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری پیدائش تو سب سے پہلے ہے۔میرے نقطہ کے اردگرد نبوت کا دائرہ کھینچا گیا۔جب دائرہ مکمل ہوتا ہے اور پرکار کے حصہ کو اٹھایا جاتا ہے تو اس وقت مرکز ظاہر ہوتا ہے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا ظہور سب سے آخر میں۔بعثت سب سے بعد میں۔کوئی نبی مصر میں آیا،کوئی شام میں آیا۔کسی کی نبوت کا اعلان مدائن سے کیا گیا۔لیکن کیا آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے آخر الزمان ﷺ کی نبوت کا اعلان مکہ مکرمہ کی سرزمین سے کیا گیا۔کیونکہ دائرہ نبوت کا مرکز حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ زمین کا مرکز کعبۃ اللہ اور مکہ مکرمہ ہے۔

مرکزی نبی کا اعلان مرکز زمین سے کرایا گیا

مرکزی نبی کی نبوت کا اعلان زمین سے کرایا۔حضرت اسحاق علیہ السلام کے نسب سے تو بے شمار نبی آئے۔لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نسب اور صلب سے صرف ایک پیغمبر تشریف لائے۔کیوں؟۔حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات مقدس۔کیونکہ مرکز ایک ہی ہوا کرتا ہے۔آنحضرت ﷺ کا درجہ نبوت ہی مرکزی ہے۔ آپ ﷺ کا درجہ نبوت میں سورج کا ہے۔جس طرح سورج کے بعد نہ چاند آسمان پر ہوتا ہے۔نہ ستارے ہوتے ہیں۔نہ بجلی روشن کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔فرمایا کہ میرے ظہور کے بعد اگر آج موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو ان کی نجات نبی بننے میں نہیں بلکہ امتی بننے میں ہوتی۔تورات میں نہیں بلکہ اس قرآن میں ہوتی۔نبوت کی ضرورت کب پڑتی ہے۔جب پہلا دین ناقص ہو یا غیر محفوظ ہو۔حضور ﷺ کو جو دین عطا کیا گیا اس کے بارے میں رب کائنات نے فرمایا:''انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون''

قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری

تورات اور انجیل کے متعلق کہہ دیا گیا کہ اس کی حفاظت ان کے علماء کرام کے ذمہ ہے۔لیکن قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا۔ہر دور میں قرآن مجید کے مخالف زیادہ رہے ہیں اور موافق اور ماننے والے کم رہے ہیں۔ہر دور میں قرآن مجید کے مخالف مالدار اور سرمایہ دار رہے ہیں۔اس کے حاملین اور ماننے والے کمزور اور غریب رہے ہیں۔آج بھی آپ دیکھیں۔روس چاہتا ہے کہ قرآن مجید نہ ہو۔امریکہ چاہتا ہے کہ قرآن مجید مٹ جائے۔برطانیہ چاہتا ہے کہ قرآن نہ ہو۔سرمایہ دار طبقہ چاہتا ہے کہ قرآن نہ ہو۔مسلم ممالک کے سربراہان کا قرآن مجید سے کسی قسم کا واسطہ نہیں ہے۔لیکن اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ گواہ ہے کہ امریکہ اور روس کے بموں نے

ہیروشیما اور ویت نام کو تباہ کیا۔ ان کے سرمایوں نے مسلمانوں کو تو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن قرآن مجید کی حفاظت اللہ کی ذات مقدس نے فرمائی۔ قرآن کریم کی حفاظت کا بیڑہ اٹھایا۔ اس امت میں ایسے بھی علماء کرام گزر چکے ہیں۔ جنہوں نے ایک ہفتہ اور سات دن میں قرآن مجید یاد کیا۔ قرآن مجید مکمل ہے اور محفوظ ہے۔ جب دین مکمل ہو اور محفوظ بھی ہو تو پھر نبوت کی ضرورت کس بات کے لئے ہے۔ آخری دین دین اسلام اور آخری پیغمبر ہمارے حضرت محمد ﷺ ہیں۔ اس مرزا قادیانی نے نبوت کا جو دعویٰ کیا۔ پیغمبر کا تو انتخاب خدا کرتا ہے۔ جس کا انتخاب خدا کرتا ہے۔ وہ محفوظ عن الخطاء ! غلطیوں سے پاک و معصوم ہے۔

مرزا قادیانی کی نبوت جھوٹ کا پلندہ

لیکن مرزا قادیانی تو جھوٹ ہی جھوٹ کا پلندہ ہے۔ اس نے تو ترقی درجات کئے۔ نبی ایسا ہوتا ہے۔ پہلے مہدی بنتا ہے۔ پھر مثیل بنتا ہے۔ پھر بروزی نبی بنتا ہے۔ پھر مثیل محمد بنتا ہے۔ پھر محمد بن جاتا ہے۔ نبوت کا دعویٰ ایسا کیا جاتا ہے؟۔

ہمارا دوست تھا۔ اس کا ایک گدھا بیمار ہو گیا۔ دلال کو کہا کہ ایک روپیہ دوں گا۔ اس گدھے کو فروخت کردو۔ دلال مارکیٹ میں گدھے کو لے کر آیا۔ اس نے بیچنے کے لئے آواز لگائی کہ یہ گدھا جو ہے تیس میل فی گھنٹہ سفر طے کرتا ہے۔ پانچ من بوجھ اس پر رکھا جائے تو اس کو کوئی پرواہ نہیں۔ خراسان کے اصل گدھے کے خاندان اور نسل سے ہے۔ مالک ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے دلال کی زبانی گدھے کی تعریفیں سن کر کہا کہ اگر ایسا ہے تو میں اس کو نہیں بیچتا۔ دلال نے کہا کہ بھائی یہ آپ والا ہی گدھا ہے۔ مالک نے کہا کہ یہ تو چل نہیں سکتا تھا۔ تم کہتے ہو کہ تیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتا ہے۔ دلال نے کہا وہ تو میں نے مارکیٹ میں قیمت لگانے کے لئے کہا تھا۔ تاکہ جلدی بک جائے تو مرزا قادیانی کو بھی یہ القاب اسی طرح دیئے گئے۔

اس کو دیکھا ہے کیا۔ کبھی اس کو حیض (ماہواری کا خون) آتا ہے۔ کبھی استنجا کے ڈھیلے کھالیتا ہے۔ کبھی کیا کرتا ہے اور کبھی کیا کہتا ہے۔ ایسا کوئی پیغمبر ہو سکتا ہے؟۔ نبوت وہبی چیز ہوتی ہے۔ کسبی چیز نہیں ہوتی۔ پیغمبر کا انتخاب خدا کرتا ہے۔ اس کی تعلیم کا انتظام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس کے حافظے کا انتظام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس کا جھوٹ دیکھو۔ اس کو کوئی بات یاد نہیں ہے۔ پیغمبر ﷺ پر قرآن مجید نازل ہوتا ہے۔ حضور ﷺ تکرار کرتے رہتے ہیں۔ قرآن مجید کی آیت نازل ہوئی: ''لا تحرک به لسانك لتعجل به ان علینا جمعه و قرآنه (: القیامة) ''اے پیغمبر! آپ (ﷺ) کو زبان ہلانے کی بھی اجازت نہیں۔ عرض کرنے لگے پروردگار عالم تکرار نہیں کروں گا، قرآن مجید کو یاد نہیں کروں گا تو امت تک کیسے پہنچا سکوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو سبق ہم پڑھاتے ہیں۔ اس کے بھولنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور یہ پیغمبر جھوٹا، استنجے کے ڈھیلے بھول کر کھا جاتا تھا۔

حلال و حرام کا فرق نبوت کی زبان کر سکتی ہے

بخاری شریف میں حدیث ہے کہ ایک عورت نے حضور ﷺ کی دعوت کی۔ جب سالن کی پلیٹ پیش کی گئی تو آپ ﷺ نے ایک بوٹی چبا کر باہر رکھ دی اور فرمایا میزبان عورت کہاں ہے؟ میزبان عورت حاضر ہوئی تو

آپ ﷺ نے فرمایا یہ بکری جو تم نے ہماری میزبانی کے لئے پکائی ہے۔ مالک کی اجازت کے بغیر حاصل کی گئی ہے اور بغیر اجازت ذبح کر کے پکائی گئی ہے۔ میزبان عورت حیرت زدہ ہوگئی کہ خدا کے رسول ﷺ کو پتہ کیسے چلا؟۔ آپ ﷺ نے زبان باہر نکالی اور فرمایا پھیکے اور نمکین کا فرق ہر شخص کی زبان کرسکتی ہے۔ میٹھے اور کڑوے کا فرق ہر زبان کرسکتی ہے۔ لیکن حلال اور حرام کا فرق نبوت کی زبان کرسکتی ہے اور کوئی زبان نہیں کرسکتی۔

اللہ جل شانہ نے پیغمبر ﷺ کو ایسے پاکیزہ اوصاف کے جسم اور اعضاء دیئے کہ دنیا اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ ہمیں خطرہ نہیں ہے کہ دین ختم ہوجائے گا۔

میرے دوستو! یہ جوڈا کے مار رہے ہیں۔ وہ مسلمانوں پر مار رہے ہیں۔ اس وجہ سے کہ ہماری نسبت حضور ﷺ کی ذات کے ساتھ ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے جھوٹا دعویٰ نبوت کر کے مسلمانوں کی نسبت کو حضور ﷺ کے ساتھ کاٹنے کی کوشش کی ہے۔ انشاء اللہ! یہ گروہ ذلیل ہوگا۔ ہماری نسبت حضور ﷺ کے ساتھ ہمیشہ رہے گی۔ آپ مسلمان ہیں الحمدللہ!

ہمارا ایک دوست کا مرید تھا جو خدا کو بھی نہیں مانتا تھا۔ ایک قادیانی اس کو تبلیغ کرنے گیا۔ بہت سارا کھانا بھی اس کی دلجوئی کے لئے لے گیا۔ جیسا کہ ان کی تبلیغ کا طریقہ ہے۔ کبھی کیک کھلا کر اس کو مرزا غلام احمد قادیانی کی مہدویت کا دعویٰ سناتا ہے۔ کبھی بسکٹ پیش کر کے مرزا غلام احمد قادیانی کے مسیح ہونے کا دعویٰ سناتا ہے۔ کبھی شربت پلا کر کہتا ہے کہ غلام احمد قادیانی بروزی نبی تھا۔ کبھی کہا کہ مرزا قادیانی آخری نبی تھا۔ جب وہ کا مرید کھانا کھا کر شکم سیر ہوگیا تو قادیانی نے کا مرید سے سوال کیا کہ کا مرید صاحب! آپ کو میری بات سمجھ میں آئی۔ کچھ تبلیغ دل میں اتری۔ تو کا مرید نے جواب دیا کہ بات تو سمجھ میں آگئی۔ لیکن آپ بیوقوف اور عقل سے فارغ مجھے نظر آتے ہیں۔ کہنے لگا کیسے بے وقوف ہوں۔ کا مرید نے جواب دیا کہ لوگ ایسے بے دین ہوچکے ہیں کہ سچے نبی کی نبوت کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس کے احکامات نہیں مانتے تو اس بے غیرت جھوٹے کو کیسے مانیں گے؟۔ اب تو یہ جھوٹ اتنا عیاں ہوگیا ہے۔ دولت کے زور پر پھر رہے ہیں۔ کبھی ربوہ۔ کبھی برطانیہ میں۔

میری آپ سے یہی اپیل ہے کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ اپنا تعلق پیدا کرو اور پورا کا پورا عزم کرو کہ ہم جان دے دیں گے۔ لیکن حضور ﷺ کی عزت پر اور ان کے دستار فضیلت پر ان کے تاج نبوت پر جس بے ایمان نے حملہ کیا اس کو نہیں چھوڑیں گے۔ انشاء اللہ العزیز... وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!

(ماخوذ خطبات ختم نبوت جلد چہارم)

فیصل آباد کے ایک قادیانی خاندان کا قبول اسلام!

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت فیصل آباد کے رہنما مولانا سید خبیب احمد شاہ صاحب مدظلہ کے دست حق پرست پر فیصل آباد محلہ نور پورہ کے جناب مدثر احمد اور وسیم احمد نے عرصہ ہوا کہ قادیانیت ترک کر کے اسلام قبول کرلیا تھا۔ اب معلوم ہوا کہ ان کی والدہ محترمہ نے بھی قادیانیت ترک کر کے اسلام قبول کرلیا ہے۔ ایک بھائی جوان سے علیحدہ ہے وہ رہ گیا ہے۔ اس کے لئے قارئین دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی قبول اسلام کی سعادت سے سرفراز فرمائیں۔ آمین!

حضرت ابوسفیان اموئیؓ!

مولانا محمد اسماعیل شجاعبادی!

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ رحمت دو عالم ﷺ کے جلیل القدر صحابہ کرام میں سے ہیں جو فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے۔ حضرت ابوسفیانؓ کا اسم گرامی صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہے۔ آپ کی مشہور کنیت ابوسفیان ہے۔ اور ایک کنیت ابوحنظلہ ہے جو غیر معروف ہے۔

حضرت ابوسفیانؓ فتح مکہ سے قبل قریش کے سردار اور سپہ سالار رہے۔ غزوہ احد اور احزاب میں حضور ﷺ کے مقابلہ میں برسرپیکار رہے۔ قبل از اسلام ان کا حضرت عباسؓ سے یارانہ تھا۔ چنانچہ مورخین لکھتے ہیں:

حضرت ابوسفیانؓ ایک رات حضرت عباسؓ کے ہاں قیام پذیر تھے۔ صبح ہوئی تو حضرت ابوسفیانؓ نے دیکھا کہ صحابہ کرامؓ رکوع و سجدہ کر رہے ہیں تو حضرت ابوسفیانؓ نے حضرت عباسؓ سے پوچھا: ''یا عباس مایا مرهم بشيئى الا فعلوه قال نعم والله لو امرهم بترك الطعام والشراب لاطاعوه'' (البدایہ والنہایہ ج۴ ص۲۹۱) اے عباس ان کے نبی ﷺ جو حکم کرتے ہیں کر گزرتے ہیں تو حضرت عباس ﷺ نے فرمایا کہ اگر ان کے نبی ﷺ خورد و نوش چھوڑنے کا حکم دیں تو کر گزریں گے۔

قبول اسلام

فتح مکہ کے موقع پر حضرت ابوسفیانؓ حالات کی جستجو کے لئے مکہ مکرمہ سے باہر نکلے تو حضرت عباسؓ نے انہیں دیکھ لیا اور انہیں پکڑ کر سواری کے پیچھے بٹھالیا اور رحمت دو عالم ﷺ کی خدمت میں لے گئے اور جناب ابوسفیانؓ مشرف بالاسلام ہوئے۔ اس موقع پر حضرت عباسؓ نے ان کے شرف و فضل کو سامنے رکھتے ہوئے درخواست کی کہ انہیں شرف و فضل کا مقام عطا فرمائیں۔ اس پر رحمت دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''من دخل دار ابی سفیان فهو امن'' (ابن ماجہ ص۱۷۳) یعنی جو آدمی ابوسفیانؓ کے گھر میں داخل ہو جائے گا۔ اسے کچھ نہیں کہا جائے گا۔

ایک عجیب واقعہ

اسی موقع پر مورخین نے یہ عجیب واقعہ تحریر کیا ہے کہ حضرت ابوسفیانؓ نے اپنی اہلیہ محترمہ ہندہؓ سے کہا کہ جب فتح مکہ کے موقع پر صحابہ کرامؓ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے اور ساری رات تسبیح و تہلیل کہتے رہے اور یہ سلسلہ صبح کی نماز تک جاری رہا: ''کیا تو یہ سب معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیال کرتی ہے۔'' ہندہ نے جواب دیا کہ: ''ہاں یہ سب معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔'' جب صبح ہوئی اور ابوسفیانؓ حاضر خدمت ہوئے تو رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: ''کہ آپ نے ہندہ سے یہ بات کی ہے کہ یہ سب معاملہ اللہ کی طرف سے ہے تو ابوسفیانؓ کہنے

لگے کہ بے شک میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اور رسول برحق ہیں۔اس ذات کی قسم جس کے نام کا حلف اٹھایا جاتا ہے۔یہ بات میری زوجہ (ہندہ) کے بغیر کسی اور نے نہیں سنی۔ (البدایہ والنہایہ ص۳۰۲ ج۴)

غزوات میں شرکت

فتح مکہ کے بعد حضرت ابوسفیانؓ نے اپنے دونوں فرزندوں یزید بن ابی سفیانؓ اور معاویہ بن ابی سفیانؓ کے ساتھ غزوہ حنین میں شرکت کی۔اللہ پاک نے عظیم الشان فتح ونصرت سے سرفراز فرمایا۔جب مال غنیمت تقسیم ہوا تو رحمت عالم ﷺ نے حضرت ابوسفیانؓ اور ان کے دونوں بیٹوں کو ایک ایک سو اونٹ اور چالیس چالیس اوقیہ سکہ رائج الوقت عطا فرمائے۔اس پر ابوسفیانؓ نے کہا:’’والله انك كريم فداك ابى وامى والله لقد حاربتك فنعم المحارب كنت ولقد سالمتك فنعم المسالم انت جزاك الله خيراً ‘‘(الاستیعاب لابن عبدالبر ص۱۸۳ ج دوم) میرے ماں باپ آپ پر قربان آنجناب بڑے مہربان اور سخی ہیں۔اللہ کی قسم (جاہلیت کے زمانہ میں) آپ سے جنگ ہوئی تو آپ کو بہترین جنگی معاملہ کرنے والا پایا اور جب آپ سے صلح ہوئی تو آپ کو بہترین صلح کرنے والا پایا۔’’جزاك الله خيراً ‘‘

حضرت ابوسفیانؓ پر اعتماد

غزوہ حنین پر فریق مخالف کے کم وبیش چھ ہزار مرد وزن قیدی بنائے گئے تو رحمت عالم ﷺ نے ان پر جناب ابوسفیانؓ کو نگران مقرر فرمایا۔ (مصنف عبدالرزاق ص۳۸۱ ج۵)

غزوہ طائف میں شرکت اور ایک آنکھ کی قربانی

۸ھ کو غزوہ طائف پیش آیا۔جناب ابوسفیانؓ اس میں شریک تھے تو جنگ کے دوران سعید بن عبید الثقفی نے آپ کی آنکھ کا نشانہ بنا کر تیر مارا تو جس سے آنکھ کا ڈیلا باہر نکل آیا۔آپ آنکھ اٹھائے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس پر رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:’’ان شئت دعوت فردت اليك وان شئت فالجنة قال الجنة ‘‘(الاصابہ فی تمیز الصحابہ ص۱۷۳ ج۲) اگر آپ چاہیں تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں اور آپ کی آنکھ واپس مل جائے گی اور اگر آپ چاہیں تو جنت ملے گی تو ابوسفیانؓ نے عرض کیا کہ مجھے جنت چاہئے۔

نجران والوں کے ساتھ مصالحت کے بعد رحمت دو عالم ﷺ کے آخری دنوں میں جناب ابوسفیانؓ کو نجران پر عامل مقرر کیا گیا۔ (نسب القریش مصعب الزبیری ص۱۲۲)

جنگ یرموک میں شرکت اور دوسری آنکھ کی قربانی

جنگ یرموک جو ۱۳ھ کو ہوئی اسلامی لشکر کی تعداد چوبیس ہزار تھی۔ایک دستہ کے امیر آپ کے فرزند ارجمند حضرت یزید بن ابوسفیانؓ تھے۔حضرت ابوسفیانؓ نے بڑی جرأت مندی کے ساتھ اس جنگ میں شرکت فرمائی۔لشکر اسلام اور اپنے فرزند ارجمند کو شاندار الفاظ میں نصیحت فرمائی۔اسی جنگ میں آپ کی دوسری آنکھ کو تیر کا نشانہ لگا وہ بھی شہید ہوگئی۔پہلی آنکھ غزوہ طائف میں شہید ہوئی۔دوسری آنکھ جنگ یرموک میں۔

(کتاب نسب قریش الزبیری ص۱۲۲)

روایت حدیث

آپ سے کئی ایک احادیث مروی ہیں جو بخاری شریف جلد اول، الاصابہ لابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

حضرت ابوسفیانؓ کے آخری اوقات

جناب ابوسفیانؓ اپنی زندگی کے آخری ایام کا کچھ حصہ مکہ مکرمہ میں گزارا۔ بعد ازاں مدینہ طیبہ میں اقامت پذیر ہوئے اور مدینہ طیبہ میں ہی ان کا انتقال ہوا۔ مورخین نے ۳۱، ۳۲، ۳۴ سن وفات علیٰ اختلاف الروایات لکھے ہیں۔ یہ حضرت عثمانؓ کا دور خلافت تھا۔

حضرت ابوسفیانؓ کے متعلق بعض لوگ درج ذیل روایات کا سہارا لیتے ہیں۔ جس وقت صحابہ کرام کی تجویز پر حضرت صدیق اکبرؓ خلیفۂ رسول مقرر کیے گئے تو ابوسفیانؓ حضرت علی المرتضیٰؓ کی خدمت میں تشریف لائے کہا کہ یہ چھوٹے اور ذلیل قبیلے کا آدمی (ابوبکر بن ابی قحافہ) خلافت پر مسلط ہوگیا ہے۔ اگر تم کہو تو خلافت کے لئے سواروں اور پیادوں سے وادی کو بھر دوں؟ تو حضرت علیؓ نے جواب میں فرمایا: ’’ابوسفیانؓ تو ہمیشہ اسلام اور اہل اسلام کے خلاف دشمن رہا ہے۔...... ہم نے ابوبکر کو اہل سمجھا اس لئے ہم نے بیعت کر لی۔

جواب: یہ ایک مرسل اور صحت کے درجہ سے گری ہوئی روایت ہے۔ نیز یہ روایت منقطع بھی ہے۔ چنانچہ علماء کرام نے لکھا ہے: ’’لہ اخبار من نحو ھذا ردیۃ‘‘ (الاستیعاب مع الاصابہ ص۸۸ ج۴) یعنی اس قسم کی روایات جو ابوسفیانؓ کے متعلق دستیاب ہوتی ہیں وہ بےکار و بے اصل ہیں۔

اسی طرح ابن اثیر الجزری نے اسد الغابہ میں حضرت ابوسفیانؓ کے ترجمہ کے تحت نشاندہی کرتے ہوئے لکھا ہے: ’’نقل عنہ من ھذا الجنس اشیاء کثیرۃ لاتثبت‘‘ (اسد الغابہ ص۲۱۶ ج۵) اس قسم کی کئی چیزیں حضرت ابوسفیانؓ کی طرف منسوب کی گئی ہیں جو بے بنیاد اور بے اصل ہیں۔ نیز درایۃً بھی یہ روایت قابل اعتبار نہیں:

۱...... کیونکہ حضرت ابوسفیانؓ اسلام لائے اور ان کا اسلام منظور و مقبول ہوا۔

۲...... ان کا سرور کائنات ﷺ کے ساتھ رشتہ مصاہرت ہے۔ یعنی آپ کی صاحبزادی حضرت ام حبیبہؓ رحمت دو عالم ﷺ کی اہلیہ محترمہ اور ام المومنینؓ ہیں۔

۳...... اگر ایسی بات ہوتی تو حضرت ابوسفیانؓ حضرت عثمان غنیؓ کو برانگیختہ کرتے۔ کیونکہ وہ آپ کے ہم قبیلہ ہیں۔

۴...... ان کی حضرت عباسؓ کے ساتھ قدیم سے ہم نشینی اور مصاحبت تھی۔ اور یہ تعلق تازیست قائم رہا۔

۵...... فتح مکہ کے وقت ’’دخول دار‘‘ کی خوشخبری ان کو حاصل ہے۔

۶...... غزوات میں شرکت (حنین و طائف) نصیب ہوئی اور ایک آنکھ کی قربانی غزوہ حنین میں پیش کی اور زبان رسالت مآب ﷺ سے جنت کی بشارت حاصل کی اور جنگ یرموک میں دوسری آنکھ کی قربانی پیش کر کے نابینا ہوگئے۔

۷...... بت شکنی کے لئے ان کو تجویز کیا گیا۔

۸...... قرض اتارنے کے لئے ان کو تجویز کیا گیا۔

۹...... ان کے ساتھ ہدایا کا تبادلہ فرمایا گیا۔

۱۰...... اہل نجران کے ساتھ معاہدہ میں انہیں گواہ رکھا گیا۔

۱۱...... نجران کے صدقات کی وصولی کے لئے انہیں والی و حاکم مقرر کیا گیا اور وفات نبوی ﷺ تک اس عہدہ پر فائز رہے۔

مندرجہ بالا امور دور نبوی میں پیش آئے۔ رحمت عالم ﷺ کے فرمان اور رضا سے پیش آئے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت ابوسفیانؓ صادق الایمان، دیانت و امانت دار اور مخلص مسلمان تھے۔ خاندانی اور قبائلی عصبیت ان میں نہ تھی۔ اسلام اور اہل اسلام کے مخلص معاون اور سچے خادم تھے۔ کسی صحیح روایت کے اعتبار سے مسلمانوں کے ساتھ عداوت پر مشتمل کوئی قول و فعل ان سے سرزد نہیں ہوا۔ لہٰذا مندرجہ بالا تمام چیزیں ان کے اخلاص دین پر شاہد ہیں۔ ان سے متعلق نفاق اور منافقت کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا۔ خلاصہ یہ کہ معترضین کی طرف سے جو روایت ان کی طرف منسوب کر کے پیش کی گئی ہے۔ بالکل بے اصل اور بے بنیاد ہیں۔

اگر بالفرض والمحال ان میں اسلام راسخ نہ تھا اور قبائلی و خاندانی عصبیت ان میں غالب تھی تو انہیں حضرت صدیق اکبرؓ کے خلاف حضرت علیؓ کو برانگیختہ کرنے کے بجائے حضرت عثمان غنیؓ کو منصب خلافت کے حصول کے لئے آمادہ کرنا چاہئے تھا۔ کیونکہ حضرت عثمانؓ بنوامیہ سے تعلق رکھتے تھے جو حضرت ابوسفیانؓ کا قبیلہ تھا۔ قبیلہ بنوہاشم کی ایک عظیم شخصیت حضرت علیؓ کو اکسانے سے حضرت ابوسفیانؓ کو کیا فائدہ ہوسکتا تھا۔ نیز بنوہاشم اور بنوامیہ میں قبل اسلام میں بھی دوستیاں تھیں۔

چنانچہ ابوطالب کی دوستی مسافر بن ابی عمرو بن امیہ کے ساتھ تھی۔ مسافر کی وفات پر ابوطالب کو قلبی صدمہ ہوا جس پر انہوں نے مرثیہ لکھا۔ ابوالفرج اصفہانی کی ''الاغانی'' میں مرقوم ہے۔ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کا حضرت ابوسفیانؓ سے یارانہ تھا۔ جو قبول اسلام کا سبب بنا۔ اسی طرح ایک ہاشمی بزرگ ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب حضرت عثمان غنیؓ کے شریک تجارت تھے۔ یعنی دونوں بزرگ مشترکہ طور پر تجارت کرتے تھے۔

رشتہ داریاں

حضرت ابوسفیانؓ کی صاحبزادی حضرت رملہ ام حبیبہؓ رسول اللہ ﷺ کی اہلیہ محترمہ تھیں۔

حضرت ابوسفیانؓ کی صاحبزادی میمونہ کے بطن سے حضرت لیلیٰ ہوئیں جن کا نکاح امام عالی مقام حضرت حسینؓ سے ہوا جن سے حضرت علی اکبر بن حسین پیدا ہوئے۔

(یہ مضمون حضرت ابوسفیانؓ اور ان کی اہلیہ مصنفہ مولانا محمد نافع مدظلہ سے لیا گیا ہے۔)

حضرت ابورُہم منحور غفاریؓ!

حافظ محمد انس!

حضرت ابورُہم کا نام کلثوم تھا اور منحور لقب تھا۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ کلثوم بن حصین بن خالد بن عسعس بن زید بن عمیس بن احمس بن غفار۔ اہل سیر نے ان کے قبول اسلام کے زمانہ کی تصریح نہیں کی۔ لیکن یہ خیال ظاہر کیا جاتا ہے کہ وہ ہجرت نبویؐ کے بعد مدینہ منورہ تشریف لا کر مشرف بالاسلام ہوئے۔ ۳ھ ہجری میں احد کی لڑائی پیش آئی تو حضرت ابورُہم غفاریؓ بھی بڑی ہمت و جذبہ سے شریک ہوئے اور خوب استقامت کے ساتھ جنگ میں اپنے جوہر دکھائے۔ عین معرکہ کے وقت ایک تیر آپ کے سینہ میں آکر لگا جس کی وجہ سے آپ کا سینہ مبارک زخمی ہوگیا۔ صحابہ کرامؓ آپ کو اسی حالت میں سرکار دو عالم ﷺ کے پاس لائے تو حضور سرور کائنات ﷺ نے اپنا لعاب مبارک لگایا جس کی برکت سے جلد ہی وہ زخم مندمل ہوگیا۔ چونکہ عربی میں سینہ کو "نحر" کہتے ہیں اور حضور ﷺ نے ان کے نحر پر لعاب مبارک لگایا جس کی وجہ سے وہ منحور کے لقب سے مشہور ہوگئے۔ حضرت ابورُہم منحور غفاریؓ جلیل القدر، صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔ نہایت ہی منکسر المزاج، رحم دل اور عجز و انکسار کے پیکر تھے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے جب بنو طائف کا محاصرہ کیا جو کم و بیش تین ہفتوں پر محیط رہا۔ پھر سرکار دو عالم ﷺ نے تادیب طائف کی خاطر ان کے انگوروں کے باغات کو اجاڑنے کا حکم دیا تو انہوں نے انتہائی منت اور لجاجت سے حضور ﷺ کے پاس قاصد بھیج کر درخواست کی کہ آپ ﷺ ہرگز ایسا نہ کریں۔ تو سرکار دو عالمؐ نے انتہائی شفقت کا معاملہ فرماتے ہوئے ایسا کرنے سے ارادہ ترک فرما دیا۔ طائف کا محاصرہ حضور ﷺ نے ختم فرما دیا اور اپنے جان نثاروں کے ہمراہ جعرانہ کی طرف روانہ ہوئے تو راستہ میں حضرت ابورُہم کی اونٹنی اور حضور ﷺ کی اونٹنی قریب قریب تھی۔ حضرت ابورُہم غفاریؓ کی اونٹنی حضور ﷺ کی اونٹنی سے ٹکرا گئی جس کی وجہ سے ابورُہم کا پاؤں حضور ﷺ کی ران مبارک سے جا ٹکرایا۔ حضور ﷺ کو تکلیف ہوئی تو حضور ﷺ نے کوڑے کے ساتھ ان کے پاؤں کو دور کیا۔ کوڑے کی تکلیف تو خیر، اب تو حضور ﷺ کے عتاب سے ان پر لرزہ طاری ہوگیا۔ اس بات کا ڈر کہ اللہ رب العزت کی طرف سے کوئی میری اس حرکت کی مذمت نازل نہ ہو جائے۔ جس کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے راندۂ درگاہ نہ ہو جاؤں۔ جب لشکر جعرانہ کے مقام پر پہنچ گیا۔ حضرت ابورُہم انتہائی خوف کی حالت میں اپنے اونٹ چرانے کے لئے چلے گئے۔ واپسی پر باقی ساتھیوں سے پوچھا مجھے رسول اللہ ﷺ نے طلب تو نہیں فرمایا۔ صحابہ کرامؓ نے بتایا کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ نے طلب کیا تھا۔ فوراً ڈرتے کانپتے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر انتہائی مؤدب ہوکر بیٹھ گئے۔ تو حضور ﷺ نے محبت اور شفقت فرماتے ہوئے ان کو فرمایا کہ "آپ کے جوتے سے میری ران پر خراش آئی تھی جس کی وجہ سے میں نے کوڑے سے آپ کے پاؤں کو ہٹایا۔ میرے کوڑے سے تم کو تکلیف پہنچی ہوگی اس لئے اس کے عوض یہ بکریوں کا ریوڑ لے لو۔" حضور ﷺ کی شان کریمی دیکھ کر ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور وہ حضور ﷺ سے معافی ملنے پر انتہائی مسرور تھے۔ حضرت ابورُہم غفاریؓ نے کئی غزوات میں شرکت فرمائی اور اپنے جوہر دکھائے۔ ان میں سے غزوہ خیبر خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ آپؓ کے اتنے ہی حالات کتب سیر سے ملتے ہیں۔ حتیٰ کہ آپ کے سن وفات کا بھی تذکرہ نہیں ملتا۔" رحمة الله تعالىٰ رحمة واسعة"

ایک دن آنے والا ہے؟

مولانا قاضی احسان احمد!

دنیا انقلابات کا نام ہے۔ یہاں ہمیشہ رہنے کے لئے کبھی بھی کوئی نہیں آیا۔ دنیا کی ہر چیز زوال پذیر ہے۔ یہاں کی دولت، یہاں کا اقتدار، یہاں کا آرام، یہاں کا چین وسکون، یہاں کی خوشی اور غمی، یہاں کا عروج وزوال۔ یہ سب عارضی اور فانی ہے۔ فانی دنیا سے ایسے اور اتنا جی لگانا کہ ابدی زندگی بھول جائے۔ ہمیشہ کی زندگی ویران ہو جائے۔ دائمی زندگی کے سفر کے لئے زاد راہ کی فکر نہ کی جائے۔ یہ کوئی عقلمندی اور خوشی کی بات نہیں۔

آج دولت اور اقتدار کے نشے میں چور، حکمران اس ابدی اور ہمیشہ کی زندگی کو بھول چکے ہیں۔ اس عارضی اور فانی اقتدار کو طول دینے اور عارضی عروج کو زوال سے بچانے، وقتی شہرت اور عزت کو بچانے کے لئے ہر جائز وناجائز ہتھکنڈہ استعمال کرتے ہیں۔ اس کے لئے مظلوم کو ظالم بنانا پڑے، ملزم کو مجرم بنانا پڑے، سیاہ کو سفید کہنا پڑے، پرائے کو اپنا ماننا پڑے، کالے کو گورا تسلیم کرنا پڑے۔ یہ سب کچھ کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں اور بہت سارے ابن الوقت بھی ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں۔

مگر یاد رکھیں ایک دن ایسا بھی آئے گا جب کھرا کھوٹا، اچھا برا، نیک وبد، طاقتور وکمزور، ظالم ومظلوم، الگ الگ کر دیئے جائیں گے۔ ہر کوئی اپنے کئے کو دیکھ لے گا۔ جو کیا ہوگا۔ اس کا بدلہ پانا ہوگا۔ آئیے! آج اس دن کی ناکامی سے پہلے اپنا محاسبہ کریں۔ دیکھ لیں کہ کہیں ہم ظالم تو نہیں؟۔ کہیں ہم ناحق تو نہیں؟۔ کہیں دوسروں کا خون ہمارے جسم کا بدنما داغ تو نہیں بن جائے گا۔

آج ہم شیطانی چالیں چلتے ہیں۔ قاتل کو مقتول اور مقتول کو قاتل بنا دیتے ہیں۔ ظالم کو مظلوم اور مظلوم کو ظالم تصور کرنا کوئی مشکل نہیں۔ خون ناحق پر پردہ ڈالنا ہمارے لئے انتہائی آسان ہے۔ ہمارے حکمران اس کام میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ بے گناہوں اور علماء وطلباء کے خون کو پانی سے یوں صاف کرتے ہیں جیسے آسمان کے تاروں، فضاؤں کی ہوا، درختوں کے پتے اور کوئی بھی اس کو نہیں دیکھ رہا۔ کیا اللہ کریم کی نظر سے بھی سب کچھ اوجھل کر دیا گیا؟۔ جیسے کہ کچھ ہوا ہی نہیں۔ مگر یاد رکھئے! آپ اور میں۔ یہ اور وہ۔ ایک دوسرے کو فریب دے کر آنکھوں میں دھول جھونک سکتے ہیں۔ مگر اس جبار وقہار کی پکڑ سے نہیں بچا جا سکتا۔

تاریخ ابن نجار میں ہے کہ ابو نصر محمد بن مروان جعدی کے ہاں کیرو قبیلہ کا ایک معزز مہمان آیا۔ دستر خوان پر کھانا چنا گیا تو علاوہ لذیذ کھانوں کے تلی ہوئی دو جل مرغیاں بھی قرینہ سے لگائی گئیں۔ جب سب مہمان بیٹھ گئے تو کیرو مہمان نے مروان سے پوچھا کہ یہ ایک قاب میں مسلم بھنا ہوا پرندہ کیسا ہے؟۔

مروان بولا کہ یہ جل مرغیاں ہیں۔ ہمارے ہاں قریب میں ایک پہاڑی ہے۔ اس کے دامن میں ایک دریا بہتا ہے جس کا پانی میٹھا وخوش ذائقہ ہونے میں دور دور تک مشہور ہے۔ سینکڑوں اقسام کے پرندے وہاں رہتے

ہیں۔لیکن جل مرغیاں زیادہ مشہور ہیں۔آج خاص طور پر آپ کے اعزاز میں شکار کرایا گیا ہے اور ہمارے ہاں کے مخصوص باورچی نے اپنے خصوصی مصالحوں کے ساتھ تلی ہیں۔

کیرو نے ہاتھ بڑھایا اور جل مرغی کی ایک ٹانگ کو دانتوں کے نیچے دبایا تو اس کو بے اختیار ہنسی آ گئی؟۔

مروان کچھ حیران ہوا۔بولا کہ آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟۔

کیرو نے کہا کہ کیا بتاؤں؟۔ہنستے ہوئے بولا کہ ایک پرانی بات یاد آ گئی۔میں جوانی میں ایک مشہور ڈاکو تھا۔اکثر آپ کی اس پہاڑی کے قریب دریا سے بالکل متصل گھنے جنگلات میں جو راستہ نکلتا ہے۔میری ڈکیتیوں کا خاص مرکز تھا۔ایک دن ایسا ہوا کہ دوپہر کے وقت سارا جنگل جب سنسان پڑا تھا۔ایک رئیس تاجر بڑی نقدی کے ساتھ وہاں سے گزرا۔میں نے بڑھ کر دبوچا تو بیچارہ نے تمام سرمایہ مال و متاع دے کر اپنی جان بچانا چاہی۔لیکن میں نے کچھ مصلحت کے پیش نظر نقدی کے ساتھ اس کی جان لینا بھی ضروری جمی۔جب اس کو یقین ہو گیا کہ اب بچنے کی کوئی صورت نہیں تو رو رو کر جل مرغی کے ایک جوڑا کو جو وہاں قریب ہی بیٹھا تھا کہنے لگا کہ:

”تم گواہ رہنا! یہ ظالم مجھ کو کیسی سفاکی سے قتل کر رہا ہے۔“

آج ان مرغیوں کو دیکھ کر یاد آ گیا کہ عجیب احمق تھا کہ جانوروں کو گواہ بنانے لگا۔مروان یہ سن کر اچھلا اور کیرو کی گردن دبالی۔کیونکہ اسے رئیس تاجر کے قاتل کی مدت سے تلاش تھی۔

یہ سولی گھر ہے۔کیرو کو ایک مجمع کے سامنے دار پر لٹکایا جا رہا ہے۔مروان گواہ رہنا! جل مرغیوں نے شہادت دے دی اور عجب نہیں کہ یہ وہی جوڑا ہو جس کو رئیس مقتول تاجر نے گواہ بنایا تھا۔

”ہائے! جانور بھی اپنے فریضہ کی ادائیگی میں کس قدر چابک دست ہے۔“ یہ کہتے ہوئے کیرو نے اپنے گلے میں پھندا لگا لیا۔

شیخوپورہ میں تین قادیانیوں کا قبول اسلام!

کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے ضلع شیخوپورہ کی باڈی کا اجلاس جامعہ تعلیم القرآن میں زیر صدارت حضرت مولانا مشرف صاحب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع شیخوپورہ منعقد ہوا۔جس میں تمام شرکاء اجلاس کے متفقہ فیصلہ کے ساتھ یہ طے پایا کہ ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو قادیانیوں کو دعوت اسلام کا فریضہ سرانجام دے۔مولانا مشرف صاحب نے ان حضرات پر مشتمل کمیٹی تشکیل دی۔مولانا ریاض احمد مبلغ ختم نبوت شیخوپورہ، ناظم جناب محمد اجمل صاحب، سید تجمل شاہ صاحب، ناظم نشر و اشاعت شیخوپورہ اس کمیٹی نے دن رات ایک کر کے کوشش کی، جس کے نتیجہ میں یہ تینوں حضرات جن کا بڑے قادیانی تاجر حضرات میں شمار ہوتا تھا ان کو دعوت قبول اسلام دی گئی: جناب محمد حنیف، سکنہ طارق روڈ گلی نسیمہ حوالدار شیخوپورہ۔جناب ندیم اختر، سکنہ طارق روڈ گلی نسیمہ حوالدار شیخوپورہ۔جناب محمد شریف، سکنہ طارق روڈ گلی نسیمہ حوالدار شیخوپورہ۔مذکورہ بالا تینوں حضرات نے کئی علماء کرام اور دوسرے حضرات کی موجودگی میں قادیانیت پر لعنت بھیج کر دامن مصطفیٰ سے وابستہ ہوئے۔اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت ان کو اسلام پر استقامت نصیب فرمائے۔آمین!

انڈیا میں ایک ہفتہ کا سفر!

قسط نمبر:1 مولانا اللہ وسایا!

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم امابعد!

درمیان نومبر۲۰۱۳ء کی بات ہوگی۔ ایک دن حضرت مولانا عبدالغفور حیدری مدظلہ کے عزیز اور سیکرٹری جناب حاجی نور محمد خان کاکڑ کی کال موصول ہوئی کہ ایک وفد شیخ الہند سیمینار میں شرکت کے لئے جاتا ہے۔ اس میں آپ کا نام بھی ہے۔ اپنے شناختی کارڈ کی کاپی بھجوادیں۔ فقیر نے ای میل سے کاپی بھجوادی۔ نہ تو فقیر نے پوچھا کہ وفد کہاں جائے گا؟ داعی کون ہیں؟ فقیر کا نام کس نے تجویز کیا؟ اور یہ خبر بھی نہیں تھی کہ وفد میں کون کون سے حضرات شامل ہیں۔ چند دن گزرے ہوں گے کہ جناب قاری نذیر احمد نے لاہور سے فون پر فرمایا کہ وفد دیوبند جائے گا۔ وہاں امن عالم کانفرنس ہوگی۔ جمعیت علماء ہند داعی ہے۔ پاکستان سے وفد قائد محترم حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ نے ترتیب دیا ہے۔ اس میں فقیر کا بھی نام ہے۔ خوشی ہوئی ایک تو یہ کہ اس بہانے دیوبند کو پہلی بار دیکھنے کا موقع ملے گا اور دوسری یہ کہ فقیر تو قائد محترم مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی شفقتوں کا پہلے بھی اسیر تھا۔ اس کمال ذرہ نوازی نے مزید کمر جھکادی۔

مزید چند روز گزرے ہوں گے کہ کاکڑ صاحب نے فون پر چند معلومات لیں جو انہیں فارم پُر کرنے کے لئے درکار تھیں۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ اپنا پاسپورٹ بھجوادیں۔ اس کارروائی سے اندازہ ہوا کہ معاملہ آگے بڑھ رہا ہے۔ فقیر دفتر مرکزیہ کی لائبریری میں ضروری کام کر رہا تھا کہ مولانا محمد اسماعیل شجاعبادی تشریف لائے۔ ان سے پوری تفصیل عرض کی کہ پہلے تو صرف اطلاعات تھیں۔ اب پیش رفت ہورہی ہے۔ آپ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ سے اجازت طلب کریں۔ وہ فرمائیں تو میں پاسپورٹ بھجوادوں۔ تھوڑی دیر بعد مولانا شجاعبادی خبر لائے کہ ناظم اعلیٰ صاحب سے منظوری دے دی ہے۔ چنانچہ فقیر نے پاسپورٹ ٹی سی ایس سے بھجوا دیا۔ یہ دسمبر۲۰۱۳ء کے اوائل کی بات ہوگی۔ ایک دن موبائل پر میسج پڑھا کہ قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی قیادت باسعادت میں وفد ۱۴ر دسمبر کی امن عالم کانفرنس دلی میں شریک ہوگا۔ اسی روز یا اگلے روز ایک مختصر خبر بھی اخبار میں پڑھنے کو ملی۔ مولانا عزیز الرحمٰن ثانی نے فون کیا کہ وفد ۱۰ر دسمبر کو واہگہ کے راستے جائے گا۔ آپ نے ۹ر دسمبر لاہور آنا ہے۔ ایک پروگرام راوی روڈ جامعہ مدینہ کے قریب میں رکھنا ہے۔ اجازت ہو تو اشتہار چھاپ لیں۔ فقیر نے عرض کیا کہ آپ کو کیسے اطلاع ملی تو انہوں نے قاری نذیر احمد کا فرمایا۔ فقیر نے عرض کیا ۸ر دسمبر کو پروگرام رکھ لیں۔ ۹ر دسمبر کو تیاری ۱۰ر کو روانگی۔

۸ر دسمبر لاہور حاضر ہوا تو خیر سے مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ثانی پشاور کے سفر پر تھے۔ وہ ۹ر کی فجر سے قبل لوٹے۔ اس دن پتہ چلا کہ ویزا ابھی نہیں لگا۔ ۹، ۱۰ر دسمبر لاہور میں گزارے۔ ایک آدھ بیان دوستوں نے رکھ

لیا۔ ۱۰ دسمبر کی شام مولانا قاری نذیر احمد صاحب نے خبر دی کہ ویزے لگ گئے ہیں۔ جو حضرت مولانا عبدالغفور صاحب حیدری دامت برکاتہم اور جناب نور محمد صاحب کاکڑ لے کر اسلام آباد سے لاہور کے لئے روانہ ہوگئے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک دو دوستوں کے ویزے مسترد ہوگئے۔ اب دل نے دھک دھک شروع کر دیا کہ کہیں بجلی خانہ غریب پر نہ گری ہو۔ تاہم قاری صاحب نے بتایا کہ دوستی بس سے سیٹیں ہوگئی ہیں۔ ۱۱ دسمبر صبح نو بجے لاہور سے بس کے ذریعہ قافلہ روانہ ہوگا۔ اللہ رب العزت بہت جزائے خیر دیں۔ حضرت سید نفیس الحسینیؒ کے خلیفہ مجاز جناب پیر رضوان نفیس کو وہ ۱۱ دسمبر کی صبح گاڑی لے کر تشریف لائے۔ سامان رکھا اور چل دیئے۔

فقیر کا سامان زیادہ تو نہ تھا۔ لیکن وزنی تھا۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۳۱ رسے ۵۳ ر تک کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کا دیوبند کی لائبریری کے لئے تھی۔ جلد ۵۱ رسے ۵۳ ر تک ایک ایک نسخہ احتساب قادیانیت التراث الاسلامی لختم النبوت کی لائبریری کے لئے تھا۔ قومی اسمبلی کی مطبوعہ کاروائی کے چار سیٹ دارالعلوم دیوبند کی لائبریری، کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کی لائبریری، مولانا شاہ عالم گورکھپوری اور حیدرآباد دکن، مجلس تحفظ ختم نبوت کے لائبریری کے لئے ہمراہ لئے تھے۔ بیگ میں تین سوٹ۔ تمنا مختصر۔ مگر تمہید طولانی۔ اب لاہور پاک ہند دوستی بس کے ٹرمینل پہنچے تو سامنے مولانا زاہد الراشدی گاڑی سے اتر رہے تھے۔ بس ٹرمینل میں داخل ہوئے۔ تو حضرت مولانا امجد خان، حضرت مولانا محمد خان شیرانی، حضرت مولانا عطاء الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری اور آپ کے صاحبزادہ مولانا احمد جالندھری، حضرت مولانا عبدالغفور حیدری اور آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد طیب، جناب خان نور محمد خان کاکڑ، مولانا محمود میاں مہتمم جامعہ مدینہ جدید رائے ونڈ لاہور، مولانا ڈاکٹر خالد محمود سومرو، مولانا عبدالواسع ایم این اے، مولانا مفتی عبدالستار سینیٹر، مولانا قمر الدین ایم این اے، مولانا عبدالقیوم ہالیجوی، مولانا گل نصیب خان، حضرت مولانا مفتی امداد اللہ صاحب ناظم تعلیمات جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی، مولانا مفتی گل رحمٰن پشاور، مولانا عبدالقیوم نعمانی اور آپ کے صاحبزادہ مولانا ابوبکر صاحب، مولانا سعید یوسف پلندری، آزاد کشمیر، مولانا مفتی مولاداد مستونگ، مولانا محمد شریف ہزاروی اسلام آباد، مولانا مفتی محمد زاہد، ایڈیٹر الجمعیت راولپنڈی، حضرت مولانا رشید احمد لدھیانوی، مولانا محمد عامر اور دیگر حضرت یکے بعد دیگرے تشریف لاتے رہے۔ کارواں بنتا رہا۔ حضرت مولانا عطاء الرحمٰن صاحب وفاقی وزیر سیاحت رہ چکے ہیں۔ انہیں خاصہ تجربہ تھا۔ سب کے ٹکٹ کرائے۔ سامان پر سٹیکر لگے۔ سب نے اپنے اپنے پاسپورٹ لیے اور بس میں سوار ہونے لگے۔ بہت ہی محبت کے جذبات سے مولانا ثانی صاحب، مولانا قاری نذیر احمد، برادر گرامی پیر رضوان نفیس، حضرت قاری جمیل الرحمٰن سے گلے ملے۔ اجازت لی اور بس پر سوار ہوگئے۔ چند سواریاں اور ہوں گی۔ ورنہ پوری بس وفد کے ارکان پر مشتمل تھی۔

فقیر کو مولانا رشید احمد لدھیانوی نے اپنے ساتھ کی سیٹ پر بٹھا لیا۔ خوشی ہوئی۔ مولانا لدھیانوی صاحب پہلے کئی بار اپنے اعزاء کے ملنے کے لئے لدھیانہ جا چکے تھے۔ ان کے تجربات سے فائدہ ہوگا۔ وہ معلومات پہنچاتے رہے۔ فقیر کا بیگ تمام قافلہ والوں سے چھوٹا اور سادہ تھا۔ کتب کے کارٹن وزنی تھے۔ جونہی واہگہ بارڈر پر پاکستانی

ایمگریشن سے فارغ ہوئے۔ پورا سامان چیک کر کے عملہ نے دوبارہ بس میں رکھ دیا تھا۔ پورا وفد ایمگریشن سے فارغ ہو کر دوسری سائیڈ پر لگی بس میں سوار ہونے کے لئے گیا۔ اتنے میں اطلاع ملی کہ میر کاروان اور قائد محترم حضرت مولانا فضل الرحمٰن بمعہ صاحبزادہ مولانا اسعد محمود صاحب کے اپنی گاڑی پر تشریف لائے ہیں۔ آپ کو پریس والوں نے گھیر لیا۔ آپ نے انہیں خطاب کیا۔ مولانا امجد خان مرکزی سیکرٹری اطلاعات اور مرکزی ناظم اعلیٰ جمعیت علماء اسلام حضرت مولانا عبدالغفور صاحب حیدری بھی پریس بریفنگ میں جا کر شریک ہوئے اور پھر حضرت مولانا کی گاڑی بس کے قریب آ کر رکی۔ پورے قافلہ کے ارکان نے باری باری آپ سے معانقہ اور مصافحہ کا شرف حاصل کیا۔ پاکستانی ایمگریشن کے عملہ نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ کے اور صاحبزادہ مولانا اسعد محمود کے پاسپورٹ پر ایمگریشن نے مہر لگائی۔ اتنے میں بس میں تمام سواریوں کا سامان رکھا جا چکا تھا۔ فرنٹ سیٹ پر مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا محمد خان شیرانی دوسری طرف مولانا اسعد محمود اپنے چچا حضور مولانا عطاء الرحمٰن کے ہمراہ بیٹھے اور بس چل دی۔ پاکستانی چیک پوسٹ کا نام واہگہ ہے۔ اور انڈیا کی چیک پوسٹ کا نام اٹاری ہے۔ درمیان میں بارڈر کی پٹی ہے۔ ہم واہگہ سے اٹاری چیک پوسٹ میں داخل ہوئے۔ چیک پوسٹ کی عمارت کے دروازہ پر بس نے اتارا، انڈین قلی حضرات جو اکثر سردار صاحبان تھے۔ انہوں نے بس سے سامان نکالا۔ چیک پوسٹ پر لائے۔ سامان مشینوں سے گزارا گیا۔ تمام پاسپورٹ ایمگریشن کے عملہ کی میزوں پر جمع ہو گئے۔ تمام قافلہ کے اراکین بنچوں پر بیٹھ گئے۔ اب اتنے سارے علماء کرام کو ایمگریشن عملہ نے دیکھا تو ایک دوسرے سے پوچھنے لگے۔ انہیں معلوم ہوا کہ پاکستان کے علماء کا وفد مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی قیادت میں دلی جا رہا ہے۔ تو ایمگریشن کا سب سے بڑا آفیسر دفتر سے باہر آیا۔ عملہ کے ارکان سے کہا کہ مولانا فضل الرحمٰن مسلمانان عالم کے بالعموم اور انڈیا کے مسلمانوں کے بالخصوص سب سے مقبول رہنما ہیں۔ پورے عملہ نے آپ کا استقبال کیا۔ وہ آفیسر مولانا کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ مولانا عبدالغفور حیدری اور ایک دو دوست بھی ہمراہ تھے۔ انہوں نے دفتر میں آپ کا اکرام کیا۔ اتنے میں عملہ نے ایمگریشن کا عمل مکمل کر لیا۔ مہریں لگیں۔ پاسپورٹ ملے۔ سارا سامان اب کسٹم عملہ کے پاس ڈھیر ہو گیا۔ ہر ایک نے اپنا اپنا سامان اٹھایا۔ کسٹم عملہ سے چیک کرایا۔ سامان چیک کیا۔ چیکنگ میں قلی بھی مدد کرتے رہے۔ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری، مولانا رشید احمد لدھیانوی کے ناموں کے ساتھ جالندھر اور لدھیانہ کے لاحقوں نے سردار صاحبان کی پنجابیت کی رگ پھڑک اٹھی۔ انہوں نے ان حضرات سے پنجابی میں باتیں شروع کیں تو اصل پنجابی سننے کا لطف دوبالا ہو گیا۔ کسٹم کے عملہ سے فارغ ہوئے۔ فقیر نے انڈیا چیک پوسٹ کے بینک سے پچاس ڈالر کے انڈین روپے حاصل کیے جو تین ہزار سے کچھ کم تھے۔ وہ رقم لی۔ وضو کیا۔ قلی حضرات نے بس میں سامان رکھا۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب بس کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ تمام وفد کو بس میں سوار کرایا۔ خود آخر میں تشریف لائے۔

لیجئے! بس چل پڑی۔ اٹاری سے امرتسر، بیس، پچیس میل ہے۔ یاد رہے کہ ہمارے بارڈر واہگہ کے قریب بڑا شہر لاہور، انڈیا کے بارڈر اٹاری سے قریب بڑا شہر امرتسر ہے۔ آدھ گھنٹہ میں بس نے اٹاری سے امرتسر پہنچا دیا۔ راستہ میں فصل، درخت، پھل، بود و باش، رنگ و روپ، لباس، وضع قطع، عمارتوں کی شکل و صورت، سبزیوں کے

کھیت، گیہوں کے کھیت میں توڑی کے گارا سے لپائی شدہ ڈھیر دیکھ کر ذرہ برابر احساس نہ ہوا کہ پاکستان وانڈیا میں کوئی فرق ہے۔ بس امرتسر پہنچی تو مولانا مرغوب الرحمٰن مرحوم سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کے صاحبزادہ مولانا انوار الرحمٰن، امیر الہند حضرت مولانا اسعد مدنیؒ کے صاحبزادہ اور جمعیت علماء ہند کے موجودہ سیکرٹری جنرل مولانا سید محمود مدنی کے برادر مولانا سید مودود مدنی وفد کے پیشوائی کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ جمعیت علماء ہند کے جناب طاہر، مولانا حکیم الدین اور دوسرے حضرات بھی تھے۔ معانقے ومصافحے وخیر مقدم کے بعد ظہر کی نماز مسجد میں پڑھنے کا فیصلہ ہوا۔ تمام اراکین وفد کے لئے اعلیٰ گاڑیوں کا اہتمام کیا گیا تھا۔ تین تین حضرات کے لئے ایک ایک گاڑی مختص تھی۔ فقیر کا پورا سفر دلی تک مولانا محمود میاں، مولانا محمد امجد خان کے ہمراہ ہوا۔ اب بس ٹرمینل سے چلے تو راستہ میں بڑا اپل اس کے پہلو میں قافلہ نے چلنا شروع کیا۔ تو پہلے چوک پر سبھاش چندر بوس کا مجسمہ نصب تھا۔ جنرل ڈائر نے جلیانوالہ باغ امرتسر میں جو ظلم کا بازار گرم کیا تھا۔ سبھاش جمید بوس نے برطانوی دارالعوام میں جا کر بدلہ لیا۔ اس آزادی کا ہیرو لیڈر کا نام زندہ رکھنے کے لئے اس چوک پر اس کا مجسمہ نصب ہے۔ اودم سنگھ کا مجسمہ بھی نظر آیا۔ گاندھی گیٹ سے بازار میں داخل ہوئے۔ اس بازار کا نام ہال بازار ہے۔ یہاں پر مسجد ومدرسہ ہے۔ مدرسہ کا نام زینت الاسلام ہے۔ ظہر کی نماز ہو چکی تھی۔ وفد نے مولانا فضل الرحمٰن کی امامت میں باجماعت نماز پڑھی۔ فقیر نماز سے فراغت کے بعد تجدید وضو کے لئے مسجد کے ہال سے صحن میں آیا تو مدرسہ کے طالب علموں سے پوچھا کہ مسجد خیر دین کہاں ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہی مسجد خیر دین ہے جو فقیر کے دل کے جذبات تھے۔ ان کا ٹھکانہ نہ رہا کہ کہاں کھڑا ہوں؟ اس مسجد سے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی وابستہ یادیں، مفتی محمد حسن امرتسریؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، چودھری غلام نبیؒ، غلام نبی جانبازؒ، شیخ حسام الدینؒ احرار رہنما، جلیانوالہ باغ، عیدگاہ اور پھر اس عیدگاہ میں مرزا قادیانی مولانا عبدالحق غزنویؒ کا مباہلہ، نامعلوم کیا کیا یادیں دماغ میں تازہ ہو گئیں۔ اسی مسجد کے قریب ثنائی پریس کا کہتے ہیں کہ اب تک بورڈ موجود ہے۔ جہاں سے مرزا قادیانی کے لتے لیے جاتے تھے۔ بس میں تو اب کھو گیا۔ وفد کے ارکان گاڑیوں کی جانب بڑھے۔ وفد کی گاڑیوں پر جمعیت علماء ہند کے پرچم لہرا رہے تھے۔ الحمدللہ! پرچم نبوی کے زیر سایہ بڑھے اور چلے اور سو چلے۔ جمعیت علماء اسلام پاکستان اور جمعیت علماء ہند کا جھنڈا ایک ہے۔ صرف دھاریاں جمعیت علماء ہند کے جھنڈ میں زیادہ ہیں۔ ورنہ دونوں ایک ہیں۔

اب گاڑیوں پر لگے جھنڈا لہرا رہے ہیں۔ شہر میں جہاں سے قافلے نے رخ کیا۔ لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ منظر دیکھنے کے لئے انگشت بدنداں۔ سب سے آگے گاڑی حضرت مولانا فضل الرحمٰن کی تھی۔ جسے مولانا سید مودود مدنی چلا رہے تھے۔ مولانا فرنٹ سیٹ پر براجمان، پچھلی سیٹ پر مولانا اسعد محمود اور مولانا عامر صاحب۔ اس کے بعد قافلہ کی دیگر گاڑیاں شہر سے چلیں۔ مین روڈ پکڑی، راستہ میں جالندھر کا سائن بورڈ نظر آیا۔ جالندھر، نکودر، کیا کیا اور کون کون سی یادوں نے مچلنا شروع کیا۔ سنا ہے امرتسر میں تقسیم سے قبل تیرہ سو مساجد تھیں۔ جن میں اب پچاس ساٹھ مساجد آباد ہیں۔ باقی متروکہ جائیداد کے طور پر لوگوں نے الاٹ کروالیں۔ امرتسر، جالندھر میں ہندو آبادی بھی ہوگی۔ لیکن زیادہ تر سکھ آباد ہیں۔ بسوں، ٹرکوں کے ۸۰ رفیصد ڈرائیور سکھ ہیں۔ پگڑی سمیت مخصوص وضع ہر طرف

وہی نظر آتے ہیں۔ ایک ارب کئی کروڑ انڈیا کی آبادی ہے۔ ۴۰ رفیصد مسلمان ہیں۔ لیکن پورے ملک میں بکھرے ہوئے بعض دیہاتوں اور قصبات یا بعض شہروں کے بعض محلوں میں اب بھی مسلمانوں کی اکثریت بتائی جاتی ہے۔ ورنہ مسجدیں نوحہ کناں ہیں کہ نمازی نہ رہے۔ انڈیا میں سب سے زیادہ ہندو آبادی ہے۔ جہاں ۴۵ رفیصد ہیں۔ ۱۵ رفیصد سکھ اور دیگر اقوام ہیں۔

عیدگاہ امرتسر میں مرزا قادیانی سے مولانا عبدالحق غزنویؒ کا مباہلہ ۲۷ رمئی ۱۸۹۳ء کو ہوا۔ مولانا عبدالحق غزنویؒ کا اشتہار خود قادیانی کتاب تبلیغ رسالت ج۳، ص۵۲ پر اور مرزا قادیانی کا اشتہار ’’سچائی کا اظہار‘‘ میں تفصیلات ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ مرزا قادیانی ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو مرا۔ مولانا عبدالحق غزنویؒ مرزا قادیانی کے مرنے کے نو سال بعد تک زندہ رہے۔ آپ کا وصال ۱۶ رمئی ۱۹۱۷ء کو ہوا۔

امرتسر سے شمال مشرقی سائیڈ پر دھاریوال، بٹالہ اور قادیان واقع ہیں۔ دھاریوال کے مولانا محمد عبداللہ گورداسپوریؒ تھے۔ جو دھاریوال میں خطیب تھے۔ تقسیم کے بعد بورے والا آگئے۔ دھاریوال میں ایک انگریز نے آزادی سے قبل وولن مل لگائی تھی۔ جس میں آل وول اعلیٰ وعمدہ گرم چادریں تیار ہوتی تھیں۔ دھاریوال چادر آج بھی ہندوستان میں مقبول عام ہے۔ سنا ہے وہ مل آج بھی اسی طرح چل رہی ہے۔ امرتسر سے لدھیانہ جاتے ہوئے جالندھر شہر کو بائی پاس سے دیکھا۔

عصر ومغرب کی نمازیں سڑک پر واقع پٹرول پمپوں پر پڑھیں۔ جب لدھیانہ میں پہنچے تو عشاء کی نماز ہوچکی تھی۔ لدھیانہ میں جامع مسجد مین بازار میں واقع ہے۔ مجلس احرار الاسلام کے بانی رہنما اور صدر حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ کے صاحبزادے مولانا محمد احمد رحمانی یہاں خطیب ہوتے تھے۔ اب ان کے صاحبزادہ اور مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ کے پوتے ان کا نام بھی دادا کے نام پر حبیب الرحمن ثانی ہے۔ پاکستان میں حبیب الرحمن ثانی لدھیانوی سے مراد مولانا انیس الرحمن لدھیانوی مرحوم کے صاحبزادے ہیں۔ اور انڈیا میں حبیب الرحمن ثانی لدھیانوی سے مراد مولانا محمد احمد رحمانی کے صاحبزادے ہیں وہ اسی لدھیانہ کی مسجد کے خطیب ومتولی ہیں۔

پاکستان میں حضرت امیر شریعتؒ کی زندگی میں شاہ جیؒ سے مراد آپ ہوتے تھے۔ آپ کے وصال کے بعد احرار اور ختم نبوت کے حلقہ میں لفظ شاہ جی سے مراد حضرت امیر شریعتؒ ہی ہوتے ہیں۔ لیکن تنظیم اہل سنت کے حلقہ میں شاہ جی سے مراد سید نورالحسن شاہ بخاری ہوتے اور اشاعتی حلقہ میں شاہ جی سے مراد سید عنایت اللہ ہوتے تھے۔ مولانا رحمانی مرحوم کی قبر مبارک بھی اسی مسجد میں ہے۔ مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی مرحوم کے آباء کرام مولانا محمد لدھیانوی، مولانا عبداللہ لدھیانوی مولانا عبدالقادر لدھیانوی جہاں سے انہوں نے اوّلاً مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ کفر جاری کیا۔ وہ مسجد اس مسجد کے علاوہ ہے۔ یہ مسجد بازار میں ہے۔ وہ محلّہ میں ہے اور آباد ہے اور اب بھی لدھیانوی خاندان ہی کے پاس اس کا نظم واہتمام ہے۔

مولانا حبیب الرحمن ثانی لدھیانوی کے دست راست آپ کے صاحبزادہ عثمان صاحب ہیں۔ جو خوب متحرک اور لدھیانہ کی روایات کے امین ہیں۔ جدید تعلیم یافتہ ہیں۔ اس وقت حکومت کے وقف بورڈ کے رکن رکین

ہیں۔ پنجاب میں مساجد کی آبادی کے لئے ان کی خدمات قابل رشک ہیں۔ رئیس الاحرار کے پوتے اور پڑپوتے باپ اور بیٹا نے مجلس احرار الاسلام ہند کو متحرک رکھا ہوا ہے۔ یہاں سے ایک پرچہ شائع کرتے ہیں۔ ختم نبوت کا کام اس علاقہ میں بڑے دھڑلے سے کر رہے ہیں۔ قادیانیت ان کے نام سے متوحش ہو جاتی ہے۔ ان کے نام و کام کے تذکرے بہت سنے۔ خیر سے یہاں انڈیا کی احرار الاسلام کی بھی جمعیت العلماء ہند سے نہیں بنتی۔ تصادم تو نہیں۔ لیکن باہمی یکجہتی کی کیفیت بھی نہیں۔ مولانا حبیب الرحمٰن ثانی نے حضرت مولانا محمود مدنی سے درخواست کر کے ۱۱ر دسمبر کا کھانا اپنے ہاں رکھ لیا تھا۔ یہاں سے وفد نے گزرنا تھا تو ظہرانہ کا نظم یہاں کا تھا۔ لیکن وفد اتنا لیٹ ہو گیا کہ بجائے ظہر عشاء کے بھی بعد لدھیانہ پہنچا۔ اب جونہی بارہ گاڑیوں کا قافلہ مسجد کے چوک میں پہنچا۔ وہاں پر موجود جم غفیر نے ختم نبوت زندہ باد کے نعروں سے پوری فضاء کو مرتعش کر دیا۔ پھول نچھاور ہو رہے ہیں۔ نعرے لگ رہے ہیں۔ استقبال ہو رہا ہے۔ اللہ اکبر! کے نعروں نے توحید کے متوالوں کے چہروں کی رونق کو سراپا نور بنا دیا ہے۔

مولانا مفتی زاہد ایڈیٹر ماہانہ الجمعیت راولپنڈی نے مجھے فرمایا کہ: ’’خوب رہا۔ وفد جمعیت علماء اسلام کا، دعوت جمعیت علماء ہند کی اور نعرے لگ رہے ہیں ختم نبوت زندہ باد کے۔ اب بھی امت کی ختم نبوت کے مسئلہ پر بیداری و وارفتگی منکرین ختم نبوت کو سمجھ نہ آئے تو انہیں پھر خدا ہی سمجھے۔‘‘

انڈیا میں سکھوں نے کرپان رکھنا اپنا شعار بنا لیا ہے۔ جواب آں غزل میں مولانا حبیب الرحمٰن ثانی نے تلوار رکھنے کا اپنا حق حکومت سے منوا لیا ہے۔ وہ تلوار ہر جگہ اپنے ساتھ رکھتے ہیں اور انڈیا میں تلوار والے مولوی کے نام سے مشہور ہیں۔ انہوں نے استقبالیہ خوبصورت فریم شدہ اور تلوار اور کشمیری شال مولانا فضل الرحمٰن کے حضور پیش کی۔ آپ نے اسے قبول کیا۔ محض اظہار محبت کے یہ لمحات بہت سی یادوں کو جمع کرنے کا باعث بن گئے۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے امامت کرائی۔ وفد نے نماز عشاء ادا کی۔ عشائیہ میں وفد نے شرکت کی۔ بعد میں ان کے دفتر میں چائے کا دور چلا۔ مستقیم صاحب، عثمان صاحب فقیر کے قریب آ کر بیٹھ گئے۔ ختم نبوت کے کام کی رفتار سے مطلع کرتے رہے۔ وفد کو ختم نبوت پر شاندار کتابوں کا ایک ایک سیٹ پیش کیا گیا۔

مشورہ ہوا کہ چنڈی گڑھ براستہ سرہند جائیں یا ابھی ڈائریکٹ چنڈی گڑھ جائیں اور پھر کل صبح سرہند حاضری ہو۔ طے ہوا کہ رات کی بجائے صبح تسلی سے سرہند شریف حاضری ہو۔ چنانچہ عثمان صاحب لدھیانوی نے فرمایا کہ آپ چنڈی گڑھ کل جائیں۔ میں لدھیانہ سے سرہند تشریف پہنچ کر آپ کا استقبال کروں گا اور وفد کی آمد سے قبل تمام نظم طے شدہ آپ کو ملے گا۔ لدھیانہ سے وفد چنڈی گڑھ کے لئے روانہ ہوا۔ راستہ میں جی ٹی روڈ پر پھگواڑہ، کرتار پورہ کے بورڈ آتے رہے۔ رات کا وقت تھا۔ سڑک اچھی تھی۔ ہمارے جی ٹی روڈ کی طرح ہائی وے۔ رات ۱۲ر بجے کے بعد چنڈی گڑھ میں داخل ہوئے۔

تقسیم کے وقت غالباً ۱۶ر اضلاع پنجاب کے پاکستان کو ملے۔ چھ ضلع انڈیا کے حصہ میں آئے وہ چھ اضلاع اتنے بڑے ہیں کہ اس وقت نہ معلوم ان کے کتنے ضلع بن گئے۔ ان چھ اضلاع پر مشتمل پہلے صوبہ پنجاب تھا۔ جسے مشرقی پنجاب کہتے تھے۔ اب اس کے بھی دو صوبے بنا دیئے گئے ہیں۔ پنجاب اور ہریانہ۔ لیکن دلچسپی کا امر

یہ ہے کہ ان دونوں صوبوں کی صوبائی اسمبلیاں، پنجاب وہریانہ کی دونوں چنڈی گڑھ میں واقع ہیں۔ گویا چنڈی گڑھ دونوں صوبوں کا دارالحکومت ہے۔ چنڈی گڑھ اپنی وضع وہیئت کے اعتبار سے پاکستان کا اسلام آباد سمجھ لیجئے۔

اس طرح کھلی سڑکیں، خوبصورت عمارتیں، پہاڑوں کے درمیان گھرا ہوا۔ وفد کا گولڈن ایپل ہوٹل میں قیام تھا۔

یہ شہر سے ہٹ کر پہاڑوں کے دامن میں کھیتوں کے درمیان میں ہوٹل کی عمارت۔ رات تو اندازہ نہ ہوا۔

صبح اٹھ کر جائزہ لیا تو سمجھ میں آیا کہ بہت خوبصورت محل وقوع ہے اور اس کا انتخاب اچھے ذوق کا مظہر ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد لدھیانوی نے میرا پاسپورٹ پکڑا اپنے ساتھ ہی کمرہ بک کرالیا۔ انہوں نے سامان کی نشاندہی کی۔ ان کا سامان ہوٹل کے عملہ نے اٹھایا اور کمرہ میں پہنچا دیا۔ میں نے تو اپنا سامان گاڑی میں ہی رہنے دیا۔ رات ایک بجے کے لگ بھگ سوئے۔ (جاری ہے)

قادیانیوں کی جانب سے ایک دھمکی!

جالندھر پنجاب سے شائع ہونے والے ایک روزنامہ کے مطابق مورخہ ۲۰ دسمبر ۲۰۱۳ء کو قادیانیوں کی جانب سے ایک خبر شائع ہوئی۔ جس میں نام نہاد ''احمدیہ جماعت'' پر لگاتار مظالم ڈھائے جانے کی بات کہی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی دھمکی دی گئی ہے کہ اگر ان پر ایسے ہی جبر اور ظلم ہوتا رہا تو تیسری عالمی جنگ بھی چھڑ سکتی ہے۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ اُن پر مظالم کس کی جانب سے ڈھائے جارہے ہیں اور کہاں ڈھائے جارہے ہیں۔ اس کی کوئی وضاحت نہیں کی گئی ہے۔ بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس پروپیگنڈے کا مقصد برطانیہ امریکہ اور اسرائیل کے حکام کو خوش کرنا ہے۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ جس آزادی سے قادیانی فرقہ کے لوگ ہندوستان میں مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھارہے ہیں۔ اس کے جواب میں ہندو یا مسلمان ایک فیصد بھی کوئی کارروائی نہیں کرتے۔ بھلا اس بڑا ظلم کیا ہوگا کہ مسلمانوں کے تمام حقوق پر قادیانی لوگ خود کو مسلمانوں سے الگ مانتے ہوئے بھی غاصبانہ قبضہ کررہے ہیں۔ جب چاہتے ہیں جہاں چاہتے ہیں اپنے مردوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں گاڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جبکہ کسی ایک مسلمان کو اپنے مرگھٹ میں دفن کی اجازت نہیں دے سکتے۔ اسی طرح قادیان میں مسلمانوں کو گھر بسانے کی بھی اجازت نہیں۔ جن مسلمانوں نے قادیان میں گھر بنایا۔ اُن کو چن چن کر قادیانیوں نے شہید کردیا۔ جبکہ مسلمانوں کے درمیان ان کی تکبیر تک نہیں پھوٹتی۔ برادران وطن ہندوؤں نے بھی اپنے درمیان انہیں جگہ دے رکھی ہے۔ مگر قادیانی ہیں کہ اپنے گرو مرزا غلام کادیانی کو شری کرشن اوتار کا درجہ دیتے ہیں۔ بھلا اس بڑی توہین ہندوؤں کی اور کیا ہوسکتی ہے۔ حیرت ہے کہ پھر بھی قادیانی خود کو مظلوم اور ہندوؤں یا مسلمانوں کو ظالم بتاتے ہیں۔ سچ ہے ان لوگوں کی ہمیشہ سے یہ سازش رہی ہے کہ کسی طرح سے ہندوستان میں امن وامان کی قائم فضاء کو بدامنی اور جنگ وجدال میں تبدیل کیا جائے۔ تاکہ ان کے برطانوی آقاؤں کو دوبارہ ہندوستان میں پیر جمانے کا موقع مل سکے۔ (محمد جنید رانچوی دیوبند)

پروفیسر محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ!

قسط نمبر:2 ڈاکٹر مولانا عبدالعلیم چشتی!

سر راس مسعود سے دوستی اور ان کی شادی کے انتظام کی تمام تر ذمہ داری

یوں برنیؒ کی راس مسعود المتوفی ۱۹۳۷ء سے دوستی ہوگئی اور تعلقات میں اتنی ترقی ہوئی کہ جب راس مسعود کی علی گڑھ میں شادی ہونے لگی تو ان کے قدیم دوست بہت تھے لیکن انہوں نے اس موقع پر برنیؒ کو سینہ سے لگایا اور کہا تم میرے حقیقی بھائی کے برابر ہو۔ شادی کا اہتمام تم اپنے ذمہ لو تو مجھے اطمینان اور خوشی ہو۔

برنیؒ کا بیان ہے: ''یہی ہوا، لینا، دینا، نقدی، نیوتہ، بری، جہیز، کل اہتمام اپنے ہاتھ میں رہا۔ اللہ تعالیٰ نے حسن انجام سے سرخرو فرمایا۔ اس شادی کی مصروفیت میں ایک ہفتہ ایسا گزرا کہ نہ دن کی خبر، نہ رات کا ہوش مگر خوشی کا جوش تھا نہ گرانی نہ تکان، جب موقعہ ملا کھا لیا جب موقعہ ملا سو لئے۔ ہر دم تازہ دم، عجب تقریب تھی۔ اس کے بعد ان سے دوستی و محبت اور پختہ ہوگئی۔'' (صراط الحمید ج۱ ص۳۳۴)

شہسواری

کالج میں ہمیشہ سے کھیلوں کا معیار میں بلند رہا۔ باقاعدہ ٹیم میں جگہ نہ پاسکے۔ کپتان وغیرہ تعلق میں اچھے تھے۔ اپنی ٹیم بنا کر کھیلتے تھے۔ (ایضاً ص۳۳۴) گھوڑے سواری کا سکول تھا جس میں بارہ گھوڑے تھے۔ یہ سیکھی، گرے پڑے بعض موقع پر جان پر بھی بنی۔ اللہ کا فضل رہا حادثہ سے محفوظ رہے۔ اس کا امتحان دیکر سند بھی لی اور والدؒ کی ہدایت پر عمل کیا کہ بغیر وضو گھوڑے پر سوار نہ ہوں اور سواری کے وقت آیت شریفہ پڑھی۔ والد یہ دونوں باتیں مسنون بتاتے تھے۔ (صراط الحمید ج۱ ص۳۳۴) کالج میں تیراکی سیکھنے کیلئے حوض نہیں بنایا گیا تھا اس لئے یہاں نہ سیکھ سکے۔ (ایضاً ج۱ ص۳۳۵)

قادیانیوں سے معرکہ آرائی

قادیانیوں سے معرکہ آرائی، ''قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ'' اور ''قادیانی قول وفعل'' میں ملاحظہ فرمایئے۔ جو ہندو پاک میں ہر جگہ دستیاب ہیں۔

ایم اے میں کامیابی اور علی گڑھ کالج میں بی اے کی معاشیات پڑھانے پر تقرر

برنیؒ کا ایم۔ اے میں داخلہ ہو جانے کے بعد علی گڑھ کالج میں بی۔ اے کی کلاس کو معاشیات پڑھانے پر ان کا تقرر عمل میں آیا اور چار برس تک علی گڑھ کالج میں پڑھایا۔ نتائج بہت اچھے رہے اور طلبہ بھی خوش رہے۔ بجٹ میں گنجائش نہ تھی۔ ڈائننگ ہال کی بچت سے سو روپے ماہوار الاؤنس دیا جاتا تھا۔ تین مہینے کی چھٹی میں یہ بند رہتا تھا۔ اس حساب سے اوسط پچھتر روپیہ ماہوار ہی ہوتا تھا۔ برنیؒ کہتے ہیں: ''ہم مگن تھے کہ بی۔ اے کی تعلیم کا موقع ملا۔'' (صراط الحمید ج۱ ص۳۳۹) یہ ایسا زمانہ تھا کہ ہندوستانی پروفیسروں کو بھی بی۔ اے کلاس نہیں ملتی تھی۔ اس لحاظ سے بھی یہ ایک اعزاز تھا۔

حیدر آباد دکن سے ولایت میں مزید تعلیم کے لئے وظیفہ کی منظوری

برقؒ نے بی اے کی معاشیات پڑھانے کے زمانے میں ولایت میں مزید تعلیم کی غرض سے وظیفہ کی حیدرآباد میں کوشش کی۔ چنانچہ وہاں سید مہدی حسن بلگرامی سے ملے۔ انہوں نے سکول میں معائنہ کے موقع پر جو امتحان لیا تھا۔ یاد دلایا پھر کیا تھا وہ مدد کے لئے تیار ہوگئے۔ اور انہیں سکالرشپ کمیٹی کے ارکان کے پاس لے گئے۔ وہ مہربانی سے پیش آئے لیکن بات فنانس کے صدر المہام مسٹر گلانسی پر ٹھہری۔ موصوف سے پہلی ملاقات ہی میں معاشی مسائل پر طویل بحث چلی۔ وہ اتنے خوش ہوئے کہ اسی نشست میں خلاف معمول وظیفہ کا وعدہ فرمایا۔ منظورہ وظائف میں گنجائش نہ تھی۔ ایک خاص وظیفہ منظور کرا کر وعدہ پورا کیا اور کیمبرج میں داخلہ کا انتظام ہوگیا۔ رووانگی میں ایک ہفتہ باقی رہ گیا تھا کہ یورپ میں جنگ چھڑ گئی اور جانا ملتوی ہوگیا۔ (ایضاً ج۱ص ۳۳۹،۳۴۳)

دس برس تک وظیفہ برقرار آخر کار جانے سے معذرت

دس برس ۱۹۲۴ء تک یہ وظیفہ برقؒ کے نام پر باقی رہا اور پھر ولایت جانے سے معذرت پر وہ منسوخ ہوگیا۔ (برقی نامہ ص۲) برقؒ کی زندگی کا دوسرا دور ۱۹۰۸ء تا ۱۹۱۷ء علی گڑھ میں گزرا۔ (صراط الحمید ج۱ص ۳۴۸،۳۴۷)

ماں کی دعا کا ثمرہ

برقؒ نے اپنی والدہ کے انتقال کا سال سفرنامے میں کہیں نہیں لکھا۔ بہر حال ۱۹۱۴ء تک بقید حیات تھیں۔ برقؒ کو کیمبرج کے لئے وظیفہ اور داخلہ منظور ہو چکا تھا اور جانا یقینی تھا۔ یورپ میں جنگ چھڑنے سے جانا ملتوی ہوگیا اور وظیفہ اُس سال تک ان کے نام محفوظ رہا۔ اس عرصہ میں بار بار سرکار کی طرف سے تقاضا ہوتا رہا۔ ان کی والدہ نے کئی مرتبہ انہیں تنہائی میں سمجھایا کہ ترقی میں کوتاہی نہ کرو میں بخوشی تم کو سفر کی اجازت دیتی ہوں۔ لیکن برقؒ کو احساس تھا کہ ضعف پیری میں ان کو جدائی کا صدمہ دینا سوہان روح ہے اس لئے موصوف نے ان سے پوچھا کہ جدائی میں آپ کا کیا حال ہوگا تو فرمایا کہ اس بارے میں کوئی وعدہ نہیں کرسکتی۔ دل پر کس کا قابو چلتا ہے۔ تاہم خوشی سے اجازت ملنے کے بعد تم پر کوئی ذمہ داری نہیں آتی۔ ہم نے کہا ہم بھی دل سے مجبور ہیں اس قیمت پر ہم کو ترقی مطلوب نہیں۔ صبح کا سوہانا وقت تھا ان کی والدہ کا یہ فقرہ سن کر دل بھر آیا۔ دوپٹہ کا پہلو پھیلا کر جو رقت سے برقؒ کے حق میں دعا کی کہ وہ کام کر گئی اس نے برقؒ کو ترقی دلائی۔ والد بھی ان کی اس استقامت پر بہت خوش ہوئے۔ پھر تصنیف وتالیف کا چسکا لگ گیا۔ ملازمت کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ دنیا نے گھیر لیا۔ (صراط الحمید ج۱ص ۳۴۷،۴۸) اس سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بلاد اسلامیہ کے سفر سے پہلے وہ اللہ کو پیاری ہوگئی تھیں۔ انتقال کا واقعہ بھی عجیب ہے۔

والدہ ماجدہ کا انتقال

انتقال بھی عجیب رہا۔ صرف دو تین روز علالت رہی۔ علی الصبح جب آسمان صاف تھا۔ یٰسین شریف سنتے سنتے فرمانے لگیں۔ کیسے بادل آتے ہیں۔ کیسی خوش رنگ گھٹائیں ہیں۔ کیسی ٹھنڈی ہوا ہے کیا سہانا وقت ہے۔ حضرت والد صاحب نے فرمایا: ''الحمدللہ! برزخ کھلا تو رحمت کی گھٹائیں نظر آئیں۔ منزل قریب معلوم ہوتی ہے۔

چنانچہ ادھر ادھر دیکھا جیسے کوئی نئی جگہ غور سے دیکھتا ہے۔ کلمہ پڑھا تو منکا ڈھل گیا اور جنت کو سدھاریں۔"

(صراط الحمید ج ا ص ۳۰۱، ۳۲۱)

انتقال کو عرصہ گزر چکا۔ لیکن والدہ صاحبہ مرحومہ کی علیحدگی کچھ علیحدگی نہیں معلوم ہوتی بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔

آنکھوں سے تو چھپ جانا اور دل میں رہا کرنا

جامعہ عثمانیہ میں دار الترجمہ کا قیام اور برنیؒ کی واپسی

۱۹۱۷ء میں جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن میں دار الترجمہ کا قیام عمل میں آیا تو اچانک ان کے مخلص دوست سر راس مسعود جو جامعہ عثمانیہ میں ناظم تعلیمات تھے۔ انہوں نے کالج کے پرنسپل اور برنیؒ دونوں کو تار اور خط بھیجا کہ برنی کو چھوڑ دو تا کہ وہ یہاں آ ئیں۔ حیدر آباد میں باپ، بھائی سب برسر کار تھے۔ کام بھی اردو کا تھا۔ پرنسپل نے روکنا چاہا لیکن دس دن میں اجازت مل گئی اور ۱۱ر ستمبر ۱۹۱۷ء کو برنیؒ حیدر آباد آ گئے۔ دار الترجمہ میں معاشیات میں ترجمہ کا کام شروع کیا پھر مختلف عہدوں پر کام کیا۔

جامعہ عثمانیہ میں کالج کا قیام اور شعبہ معاشیات کی سربراہی

دو سال میں جامعہ عثمانیہ میں کالج کھل گیا تو معاشیات کا شعبہ انہی کے سپرد کر دیا گیا۔ پھر ترجمہ وتصنیف کا کام بھی ملتا رہا۔ (صراط الحمید ج ا ص ۵۰۔۳۴۹) اس طرح معیشت الہند اور علم المعیشت اور کئی کتابیں تیار ہو گئیں جو دار الترجمہ سے شائع کی گئیں۔ تقریباً ۱۶ر سال، جامعہ عثمانیہ میں صدر شعبہ معاشیات کی حیثیت سے تعلیم دی۔ ضمناً نظام کالج میں سال دو سال ہنگامی پروفیسر معاشیات بھی رہے۔ (برنی نامہ ص ۲۱) پھر پانچ سال تک دار الترجمہ میں ناظم رہے۔ (ایضاً)

بزرگوں سے فیض

برنیؒ کی خوش نصیبی تھی کہ انہوں نے شروع سے خوش عقیدگی کی فضا میں پرورش پائی۔ روحانیات وتصوف سے فطری دلچسپی رہی۔ انہیں لڑکپن سے بزرگوں کی صحبت حاصل رہی۔ فیض پہنچتا رہا۔ موصوف کا بیان ہے: "لڑکپن تک خورجہ کے قیام میں حکیم سید زین العابدین ایک صاحب نسبت وصاحب کرامت بزرگ کی تعلیم سے فیض ملتا رہا۔ علی گڑھ کالج کے دس سالہ قیام میں حضرت مولانا خلیل احمد اور حضرت عبداللہ شاہ قادری کی عنایات والتفات سے قال وحال میں جان پڑ گئی۔ وہ سنا وہ سمجھا اور وہ دیکھا کہ اللہ کی شان نظر آنے لگی۔" (برنی نامہ ص ۵) اور جب حیدر آباد میں آنا ہوا تو لکھتے ہیں: یہاں بزرگوں کا کیا کہنا ماشاء اللہ حقائق ومعارف کے چمن کھلے ہوئے ہیں البتہ:

ہر گلے را رنگ وبوئے دیگر است

جامعہ عثمانیہ میں عبدالقدیر صدیقی، سید ابراہیم ادیب پروفیسر شعبۂ عربی سے گفتگوئیں ہوتیں تو ایمانیات اور تصوف کے مسائل تازہ ہو جاتے۔ ملاقاتوں میں بڑی خیر وبرکت رہی۔ (ایضاً)

مرشد کی مانگ اور ان تک رسائی

اس کی حقیقت برنیؒ کی زبانی سنئے کہتے ہیں "ابتداءً ۱۹۲۱ء۔۱۹۱۷ء جب محلہ جام باغ ترپ بازار میں قیام

تھا۔ حسن اتفاق کہئے یا مشیت الٰہی کہ کسی تحریک کے بغیر ایک دن بعد نماز فجر نادانستہ طور پر کرایہ کے مکان کا خیال آیا۔ ایک نوتعمیر مکان پر کرایہ کے لئے خالی تختی لگی ہوئی تھی۔ دستک دی۔ ماما آئی، پھر بحیثیت مکاندار ایک بزرگ آئے۔ تعارف ہوا یہ شاہ محمد حسین صاحب تھے جو عارف باللہ شاہ کمال، قادری مچھلی والے کے خلیفہ تھے۔ ان سے بات طے ہوگئی پھر دینی وروحانی روابط بڑھے اور راہ حق کی تعلیم وتربیت کا سلسلہ چلا۔ (ایضاً ص۷)

یہ وجودی بزرگ تھے۔ ماہ شوال ۱۳۴۴ھ، ۱۹۲۵ء میں موصوف کے دست حق پرست پر قادری چشتی نقشبندی سلسلوں میں بیعت کی پھر خلافت سے سرفرازی حاصل کی اور جب موصوف ناظم عدالت ہوکر سمستانی وغیرہ چلے تو خط وکتابت کا سلسلہ قائم رہا۔ چنانچہ مورخہ ۱۱رخورداد ۱۳۴۳ف کو شاہ محمد حسینؒ نے ایک گرامی نامہ برقیؒ کو بھیجا اس میں لکھا تھا کہ: ’’میری دعا ہے کہ آپ کے فیض ولایت سے سارا عالم فیض یاب ہو یہ قیام خانوادۂ الیاسیہ علوم الٰہیہ کی تبلیغ مقتضائے وقت کے مطابق ہو۔ آپ کا وجود نورانی اور نور ہے کہ جس سے افراد عالم متمتع ہوگا۔ الحمدللہ کہ اس کے آثار مختلف اعتبارات سے نمایاں ہورہے ہیں جب کام اخلاص سے ہو تو مقبولیت یقینی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے کاموں میں برکت اور ہر قسم کی نصرت شامل رکھے۔ آمین ثم آمین‘‘

خلافت نامہ پر دستخط کیے اور نقل پر شاہ کمال اللہ شاہ کے دستخط کے ساتھ بطور گواہ عبدالخالق خان اور محمود علی بیگ کے دستخط کراکر بھیجا اور برقیؒ کو تاکید کی تھی کہ یہ سلسلہ جاری رکھیں۔ چنانچہ معروفیت کے باوجود خاص دائرہ میں اس پر عمل ہوتا رہا۔ شاہ محمد حسینؒ کے وصال کے بعد مریدوں کا مطالبہ شدت اختیار کرگیا تو ۹رذوالحجہ دوشنبہ ۱۳۷۶ھ، ۲۶رجولائی ۱۹۵۷ء سے بیعت کا عمومی آغاز برقیؒ کے خاندان سے ہوا۔ (برقی نامہ ص۱۲)

سالکان طریقت کو خلافت سے سرفرازی

اس سے پہلے محدود حلقہ میں جو کام جاری تھا وہ بھی تکمیل کو پہنچا۔ چنانچہ مرزا محمود علی بیگ، عبدالحلیم، عبدالخالق خان، غلام دستگیر رشید اور احمد حسین خان کو ۲رذی الحجہ مطابق ۱۹رجولائی ۱۹۵۷ء کو خلافت سے سرفراز کیا گیا۔ (ایضاً)

شیخ الحدیث مولانا علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کا سانحہ ارتحال!

مولانا اللہ وسایا!

حضرت مولانا علاؤالدین صاحب بانی جامعہ نعمانیہ صالحیہ ڈیرہ اسماعیل خان ۱۶ر دسمبر ۲۰۱۳ء کو انتقال فرماگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا علاؤالدینؒ کے والد گرامی کا نام مولانا احمد دینؒ تھا اور دادا کا نام مولانا صالح محمدؒ تھا۔مولانا علاؤالدینؒ ۲۱ر مارچ ۱۹۱۳ء کو ڈیرہ اسماعیل خان شہر میں پیدا ہوئے۔اس اعتبار سے آپ کی عمر شمسی لحاظ سے ایک سو ایک سال اور قمری اعتبار سے ایک سو چار سال بنتی ہے۔مولانا علاؤالدینؒ نے ابتدائی تعلیم گھر پر اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ پھر ملتان کے قدیمی ادارہ مدرسہ نعمانیہ میں اپنے برادر بزرگ حضرت مولانا سراج الدین صاحبؒ کے ہمراہ داخل ہوئے۔آخری چار سال دارالعلوم دیوبند میں پڑھتے رہے۔۱۹۳۸ء میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے دورہ حدیث شریف پڑھا۔اس زمانہ میں حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ بھی دارالعلوم دیوبند میں پڑھاتے تھے۔مولانا علاؤالدینؒ ہم وطن ہونے کے ناتہ سے حضرت افغانیؒ کے خادم خاص تھے۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد ڈیرہ اسماعیل خان میں اپنے والد کے زیر سایہ تدریس کا آغاز کیا۔ گزراوقات کے لئے صابن بنانے کا بھی شغل اختیار کیا۔لیکن طلباء کی کثرت،اسباق اور دیگر معروفیتوں کے باعث قدرت نے تمام دنیاوی دیگر مصروفیات سے آپ کا رخ تعلیم کے لئے موڑ دیا۔آپ صرف اور صرف تدریس کے ہوکر رہ گئے۔برادر بزرگ مولانا سراج الدین کے ہمراہ مدرسہ نعمانیہ صالحیہ کا آغاز کیا۔دیکھتے ہی دیکھتے اس نے جامعہ کی شکل اختیار کرلی۔دونوں بھائیوں نے اس ادارہ کے لئے دن رات ایک کردیئے۔طلباء،پروانوں کی طرح فوج درفوج آنے لگے۔کریما سے لے کر بخاری شریف تک کوئی ایسی کتاب نہ ہوگی جو مولانا علاؤالدین صاحبؒ درجنوں بار نہ پڑھائی ہو۔واقعی طور پر آپ جامع المعقول والمنقول تھے۔قدرت نے آپ کو نکتہ رس دماغ دیا تھا۔ آپ کے پاس پڑھنے والے آپ کے فدائی شمار ہوتے تھے۔اخلاص وللّٰہیت کا آپ پیکر تھے۔

حضرت مدنیؒ سے شاگردی کی نسبت نے انگریز دشمنی کو آپ کی طبیعت ثانیہ دیا۔انگریز سے آزادی کے لئے آپ نے اپنی مسجد کو سرگرمیوں کا مرکز بنادیا تھا۔جس سے خواص کے علاوہ عوام میں بھی آپ کی جرأتوں کی داستانوں نے گہرا نقش قائم کیا۔آپ بلاخوف لومة لائم حق بیان کرنے کے مشتاق اور مشاق شمار کئے جاتے تھے۔ آپ کی بہادری نے ڈیرہ اسماعیل خان کے درودیوار کو بھی انگریز دشمنی سے سرشار کردیا۔مولانا علاؤالدینؒ اور ان کے سینکڑوں شاگرد مصلحت کیش کے بجائے اعلاء کلمۃ الحق کے داعی تھے۔آپ نے تمام شاگردوں میں علم دوستی کو ایسا رائج کیا کہ وہ سراپا علم وتقویٰ بن گئے۔

قیام پاکستان کے بعد تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء جو ایک ملک گیر تحریک تھی جس نے عالمگیر شہرت حاصل کی۔

آپ نے اس میں بہادرانہ حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتوں کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔

جمعیت علماء اسلام کے تاسیسی اجلاس سے اپنے دم واپسیں تک کسی نہ کسی حیثیت میں اس سے منسلک رہے۔ مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ کے آپ مشیر شمار ہوتے تھے اور حضرت مفتی صاحب بھی دل وجان سے آپ کو احترام دیتے تھے۔ آپ زندگی بھر تنظیم اہل سنت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن رہے۔ تنظیم اہل سنت کے بانی رہنما مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری مرحوم سے لے کر مولانا عبدالستار تونسویؒ تک تمام تنظیمی رہنماؤں سے آپ کا مہر و وفا کا رشتہ تھا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے لے کر خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں سے آپ کا دل وجان کا تعلق تھا۔ عالمی مجلس کے زندگی بھر آپ کے برادر اکبر حضرت مولانا سراج الدینؒ شوریٰ کے ممبر رہے۔ ان کی وفات کے بعد کچھ عرصہ تک آپ بھی شوریٰ کے رکن رکین رہے۔ مولانا علاؤ الدین صاحب مرحوم بہت صائب الرائے تھے۔ معتدل طبیعت اور جچی تلی رائے کے مالک تھے۔

مولانا علاؤ الدینؒ تدریس میں تو ماہر تعلیم تھے ہی۔ لیکن آپ کی خطابت بھی علم وحکمت کے موتیوں سے بھرپور ہوتی تھی۔ زندگی بھر بہت ہی سادگی کے ساتھ وقت گزارا۔ خوددار طبیعت انسان تھے۔ ایک بڑے عالم دین میں جو خوبیاں ہونی چاہئیں۔ وہ سب آپ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ آپ نے متعدد بار حرمین شریفین کے اسفار کئے۔ آپ نے ایک لمبی عمر پائی۔ ایک صدی کی تاریخ کے آپ صرف گواہ نہیں۔ بلکہ تاریخ گر تھے۔ جس مجلس میں تشریف لے جاتے۔ اپنی نیکی وعلم کے باعث میر محفل شمار کئے جاتے تھے۔ آپ نے ہر مذہبی تحریک میں نمایاں کردار ادا کیا۔ آپ کی رائے سے اختلاف ممکن ہوسکتا ہے۔ لیکن آپ کا اخلاص ہر شبہ سے بالاتر تھا۔

پاکستان بننے سے قبل دوبار، قیام پاکستان کے بعد پانچ دفعہ سنت یوسفی کو ادا کیا۔ آپ نے جس بہادری سے جیل کاٹی وہ آپ کا ہی حصہ تھا۔ دو مرتبہ ضلع بدر بھی ہوئے۔ جیل کی تنگ وتاریک کوٹھڑیاں ضلع بدری کے مصائب آپ کے عزم فولادی کو جنبش نہ دے پائے۔ وہ اس دور میں علماء سلف کی روایات کے علمبردار تھے۔ آپ کی انہیں جرأتوں کے باعث شیر ڈیرہ، فخر ڈیرہ کا تاریخ نے آپ کو مقام دیا۔

آپ آخر تک قابل رشک صحت کے حامل رہے۔ خوب جفاکشی سے وقت گزارا۔ اب کبر سنی کے باعث قویٰ کمزور ہوئے اور پھر ہوتے ہی گئے۔ ہر کمالے راز والے بھی آخر صحیح مقولہ ہے۔ آخری دنوں میں بیمار ہوئے۔ ہسپتال داخل ہوئے۔ وقت موعود آن پہنچا۔ ادھر اجل کے فرشتہ نے شکل دکھائی ادھر آپ نے جان آفرین کے سپرد کردی۔ وہ کیا گئے کہ بہت ہی حسین یادوں میں اپنے ہزاروں خدام کو تنہا چھوڑ کر چل دیئے۔

فقیر آپ کی وفات کے وقت دہلی تھا۔ مولانا عبدالقیوم نعمانی نے وہاں وفات کی خبر دی۔ ملتان دفتر فون کیا تو معلوم ہوا کہ مولانا عزیز الرحمن جالندھری جنازہ پر تشریف لے گئے ہیں۔ عزیزی حافظ محمد انس کو بھی ساتھ شریک سفر بنالیا ہے۔ انہوں نے بھی جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کرلی۔ رہے نصیب واقعی آپ کا جنازہ انہیں جنازوں میں سے تھا۔ جس سے کہ جنازہ پڑھنے والے بخشے جاتے ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائیں۔ جملہ ورثاء کو صبر جمیل کی توفیق رفیق ہو۔ آمین!

جناب جمال عبدالناصر مرحوم کی جدائی!

مولانا اللہ وسایا!

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر کے مخلص ساتھی جناب جمال عبدالناصر صاحب ۲۹ردسمبر۲۰۱۳ء کو بھکر میں انتقال فرماگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون!

جمال عبدالناصر مرحوم جناب ڈاکٹر دین محمد فریدی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بھکر کے ہاں ۱۹۷۱ء کو پیدا ہوئے۔ہوش سنبھالتے ہی قرآن مجید مسجد فاروقیہ میں مولانا قاری عبیداللہ صاحب کے ہاں ناظرہ پڑھا۔سکول میں میٹرک تک کی تعلیم حاصل کی۔کوئی ڈپلومہ بھی کیا۔جناب ڈاکٹر دین محمد صاحب نے انہیں ۱۹۹۴ء میں دفتر مرکزیہ ملتان بھیج دیا۔حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری نے انہیں مرکزی دفتر کے حساب کتاب،ڈاک وغیرہ کے شعبہ میں سیٹ کردیا۔بائیس تیئس سال کی عمر ہوگی جب دفتر ملتان آئے تھے۔کل کی طرح مجھے یاد ہے کہ فقیر لائبریری میں اخبارات ورسائل کے حصہ کے برآمدہ میں کام کررہا تھا۔بڑی محبت سے ایک نوخیز نوجوان بڑے ہی احترام ومحبت سے گرم جوشی کے ساتھ اچانک بغل گیر ہوئے اور کہا کہ آپ کا بھتیجا جمال عبدالناصر بھکر سے۔فقیر نے تعجب سے دیکھا۔غالباً یہ پہلی ملاقات تھی۔

سر پر ہاتھ پھیرا،شاباش دی اور یہ کام پر جاکر بیٹھ گئے اور پھر بیس سال ان کے شب وروز فقیر کی نظروں کے سامنے گزرے۔شادی ہوئی،اولاد ہوئی،جب آئے تھے داڑھی اتری ہی تھی۔جب گئے تو داڑھی سفید ہوچکی تھی۔کل چوالیس سال عمر پائی۔

بہت اچھی صحت تھی۔خوب متحرک تھے۔کراری چیزیں خوب مرچ مصالحہ والی کھانے کے خوگر تھے۔اسی چٹخارہ پن میں عوارض نے گھیرلیا۔بہت ہی سادہ مزاج اور بھولے پن کا مرقع قدرت نے اسے بنایا تھا۔اطاعت شعار تھا۔میرے ایسے بدمزاج شخص کی کڑوی کسیلی سنتا تھا۔اس کی یہ نیاز مندی بھلائی نہ جاسکے گی۔پہلے ملتان دفتر میں کام کرتا رہا۔پھر کراچی دفتر ضرورت تھی۔وہاں تبادلہ ہوگیا۔یہاں بھی خوش۔وہاں بھی بہت ہی خوش۔غرض خوب وقت گزارا۔جس کام کو شروع کرتا پورا دن سر جھکائے لگا رہتا۔کام کرنے میں اجتہاد بھی کرتا اور اجتہاد میں خطاء وصواب دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔لیکن اس کی جفاکشی صحت کے زمانہ میں قابل داد تھی۔جس کام کا کہتے خوش دلی سے شروع ہوجاتا۔کراچی قیام کے دوران شادی ہوئی تو کچھ عرصہ بعد اہلیہ کو کراچی بلالیا۔پھر کراچی سے ملتان دفتر کی ضرورت کے لئے آگئے۔بچوں کو ساتھ رکھا۔تین چار ماہ بعد بچوں سمیت گھر جاتا۔اپنے ماں،باپ،سسرال والوں سب سے ملاقات ہوجاتی۔عید کے موقع پر باقی ساتھی گھروں کو جاتے یہ دفتر میں رہ جاتا۔غرض بہت ہی ایثار پیشہ انسان تھا۔

کراچی سے ملتان آیا تو اس دوران میں اس کی صحت گرنا شروع ہوچکی تھی۔اپنی بیماری کو سنجیدہ نہ لیا۔

ایک آدھ بار زیادہ طبیعت بگڑی تو پہلے ملتان پھر حضرت مولانا سعید احمد جلالپوریؒ کے کہنے پر کراچی سے مہینہ بھر علاج کرایا۔ طبیعت سنبھل گئی۔ پھر وہی کراری چیزوں کے استعمال نے صحت پر اثر کیا۔ اب طبیعت بگڑتی سنبھلتی رہی۔ لیکن ان کے اٹھک بیٹھک، چال ڈھال اور سرگرمیوں نے چغلی کھانی شروع کردی کہ بیماری سنجیدہ توجہ کی مستحق ہے۔ طبیعت میں رقت پیدا ہوگئی تھی۔ کبھی پاؤں زخمی، کبھی کمر میں درد۔ درخواست کی کہ چیک اپ کرائیں۔ چیک اپ کرایا تو جگر اور تلی کے بڑھنے کی رپورٹ آئی۔

فقیر کی گزشتہ کچھ عرصہ سے عادت ہے کہ سفر پر جاتے ہوئے ساتھیوں سے بھول چوک معاف کرا کر چلتا ہوں۔ بھارت کا سفر کرنا تھا۔ صبح سفر تھا۔ ناصر صاحب ابھی دفتر نہ آئے تھے۔ ملاقات نہ ہوسکی۔ واپس آیا۔ معلوم کیا تو پتہ چلا کہ ان کے سر فوت ہوگئے تھے۔ بکھر بچوں سمیت گئے ہوئے ہیں۔

۲۶ر دسمبر شام کو مولانا محمد علی صدیقی کا فون آیا کہ ناصر بھائی کو اٹیک ہوا ہے۔ ہسپتال میں ہیں۔ طبیعت پر چوٹ لگی کہ اس کی صحت اٹیک کی متحمل نہیں۔ ۲۸ر صبح فون کیا تو معلوم ہوا کہ ایک آدھ بار آنکھ کھولی ہے۔ مسکرائے ہیں۔ پہچان ہے۔ بظاہر فالج لگتا ہے۔ لیکن ہاتھ پاؤں نے حرکت شروع کردی ہے۔ آج دماغی معائنہ ہوگا۔ وہ ہوا تو معلوم ہوا کہ برین ہیمبرج ہے۔ شریان پھٹ گئی ہے۔ اب تو بس محض فضل ایزدی کے علاوہ کوئی راستہ بھائی نہ دیتا تھا۔

۲۹ر دسمبر اتوار سیٹ پر کام کے لئے بیٹھا۔ کوئی سوا آٹھ بجے ہوں گے۔ فون چیک کیا تو ایک کال مولانا محمد علی کی تھی۔ دھڑکتے دل سے فون کیا۔ ادھر ان کے رونے نے خدشات دل کو صحیح ثابت کردیا۔

حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، حافظ عبدالستار کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ ناصر صاحبؒ کی جا کر زیارت کی۔ اتنا اطمینان اور سکون کا چہرہ پر ورود تھا، گویا گہری نیند سو رہے ہیں: ”یاایتها النّفس المطمئنه ۰ ارجعی الیٰ ربك راضية مرضية“ کی حقانیت آنکھوں کے سامنے گھوم گئی۔

حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ پسماندگان کو صبر جمیل نصیب ہو۔ آمین بحرمة النبی الکریم!

جماعتی رفقاء کی وفیات!

ڈیرہ غازیخان! پیر طریقت حضرت مولانا علی المرتضیٰ نقشبندی مجددیؒ خلیفہ مجاز حضرت مولانا فضل علی قریشی مسکین پور شریف کی دختر نیک اختر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ضلعی سرپرست مولانا محمد اسحاق ساجد کی اہلیہ محترمہ انتقال کرگئیں۔ نماز جنازہ میں کثیر تعداد میں علماء مشائخ اور عوام شریک ہوئے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ضلعی جنرل سیکرٹری مولانا غلام اکبر ثاقب کی نانی صاحبہ بھی وفات پاگئیں۔

نیز حاجی محمد رفیق صابری فیصل آباد، قاری نذیر احمد حسن آباد ملتان، جمال عبدالناصر محاسب دفتر مرکزیہ ملتان والدہ محترمہ حاجی محمد ایوب چیچہ وطنی، والدہ محترمہ محمد رمضان بگھیلا ساہیوال کی وفات پر بھی گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے ان کی مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر وجمیل کی دعا کی گئی۔ حق تعالیٰ ان تمام مرحومین کی قبر کو بقعہ نور بنائے۔ ان کی سیات سے درگزر فرما کر جوار رحمت اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین!

مولانا محمد اجمل رحمۃ اللہ علیہ وجناب سید کمال شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت!

مولانا اللہ وسایا!

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا محمد اجمل شاہین، جناب سید کمال شاہ صاحب ۱۸ر جنوری ۲۰۱۳ء بروز جمعۃ المبارک بعد از عشاء اسلامیہ کالج کراچی کی سڑک پر دہشت گردوں کی فائرنگ سے شہید کر دیئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

مولانا محمد اجمل شہید

مولانا محمد اجمل شہید بستی علی والا موضع کوٹلہ شیخاں نزد اوچ شریف کے رہائشی تھے۔ والد گرامی کا نام رحیم بخش قوم سندیلہ ہے۔ زمیندارہ پیشہ سے تعلق ہے۔ جنس کا بیوپار بھی کرتے ہیں۔ جناب رحیم بخش کو اللہ رب العزت نے پانچ بیٹے دیئے۔ ان میں دو کو آپ نے علم دین پڑھایا۔ حافظ محمد اکبر صاحب کراچی میں دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ دوسرا بیٹا ان کا نام محمد اجمل تھا۔ اس نے دارالعلوم کبیر والا سے تعلیم حاصل کی اور مولانا محمد اجمل کہلائے۔

مولانا محمد اجمل انتہائی ملنسار، کم گو، محنتی، اطاعت شعار، ہنس مکھ، مطالعہ کا دلدادہ، خط انتہائی عمدہ، رنگ گندمی، قد درمیانہ، انتہائی متناسب الاعضاء، گھنی خوبصورت سیاہ داڑھی، ابرو ملے ہوئے، پیشانی کشادہ، چلنے میں وقار، سوچ میں گہرائی، تمام اساتذہ کی شفقتوں کے امین، گذشتہ سال دورہ حدیث شریف کیا۔ اساتذہ کے مشورہ سے شوال المکرم سے ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ سہ ماہی رد قادیانیت کورس دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان میں کیا۔ پوری کلاس میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کئے۔ کلاس کے اساتذہ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا محمد راشد مدنی نے متفقہ طور پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے شعبہ تبلیغ سے وابستہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ ماہ محرم دفتر مرکزیہ میں بحیثیت مبلغ کے تربیت حاصل کی۔

قادیانی کتب سے حوالہ جات کی تخریج کے کام پر لگایا گیا۔ دن رات ایک کر دیا۔ جو کام ذمہ لگایا جاتا، شبانہ روز کی محنت سے اسے سرانجام دیتے۔ اس دوران میں پاکپتن، چناب نگر کے دینی اجتماعات میں شرکت کی۔ اتحاد اہل سنت کے مرکز میں علماء کرام کی تربیتی کلاس چل رہی تھی۔ فقیر کی ہفتہ بھر کی وہاں حاضری طے تھی۔ مولانا محمد اجمل اس میں فقیر کے دست راست کے طور پر شریک کلاس رہے۔ یہاں سے لاہور جانا ہوا۔ ملتان تشریف لائے۔ اتنے میں مولانا قاضی احسان احمد صاحب کا پیغام آچکا تھا کہ مولانا محمد اجمل کو کراچی بھیج دیا جائے۔ مولانا محمد اجمل خود بھی کراچی جانے کے خواہش مند تھے کہ وہاں پہلے سے ان کے بھائی رہ رہے ہیں۔

کراچی سے مجلس کا ترجمان ہفت روزہ ختم نبوت نکلتا ہے۔ وسیع لائبریری ہے۔ ترقی کے بہت مواقع ہیں۔ خود خواہش کی کہ مجھے وہاں متعین کر دیا جائے۔ چنانچہ مجلس کی ضرورت اور اس سے کہیں زیادہ مولانا محمد اجمل

کی اپنی خواہش سے وہ کراچی روانہ ہوئے۔ روانگی کے وقت مرزا قادیانی کا ایک الہام ''خدا کی طرف سے عزا پرسی'' پر ایک مضمون لکھا اور فقیر کو دیکھنے کے لئے دیا۔ فقیر نے مضمون پر نظر ڈالی۔ ایک دو باتیں عرض کیں اور مضمون رکھ لیا کہ اسے لولاک میں شائع کریں گے۔ تاکہ آپ کو لکھنے کا شوق ہو۔ اس پر وہ زیر لب مسکرائے۔ اجازت لی اور چل دیئے۔

شہادت سے ایک، دو روز قبل مجھے فون کیا۔ خیر خیریت معلوم کی۔ کام کی رپورٹ دی۔ دل لگ جانے کا مژدہ سنایا۔ بہت ہی خوشی ہوئی۔ فقیر سے فون پر ان کی یہ پہلی اور آخری گفتگو تھی۔ عمر کوئی پچیس سال ہوگی۔ اگلے دو ماہ تک شادی طے تھی۔ شہادت والے دن جمعہ کو مفوضہ امور سرانجام دیئے۔ جمعہ پڑھایا۔ عصر کے قریب دفتر تشریف لائے۔ اسی دن شہادت سے ایک گھنٹہ قبل گھر فون کیا۔ والدہ، والد، ماموں بہت سارے حضرات سے کافی دیر فون پر گفتگو کرتے رہے۔

عشاء کے بعد دفتر میں ساتھیوں نے دستر خوان لگایا۔ ان کو کھانے کے لئے کہا۔ مولانا محمد اجمل اور سید کمال شاہ دونوں نے کہا کہ ہم دس منٹ میں آتے ہیں۔ پھر آئے تو سہی، لیکن سرخرو ہو کر۔ حق تعالیٰ ان کی قربانی کو شرف قبولیت سے نوازیں۔ خالصتاً وہ دہشت گردی کا نشانہ بنے۔ اس روز اسی وقت ایک گھنٹہ میں مختلف مقامات پر ۹ آدمی دہشت گردی کا شکار ہوئے۔ کراچی دفتر سے ایمبولینس کے ذریعہ ان کے جسد مبارک کو آبائی گاؤں بھجوایا گیا۔

اگلے روز ۱۹ر جنوری کو حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری کی امامت میں جنازہ ہوا۔ تندلال قبرستان میں وہ رحمت حق کے سپرد ہوئے۔ دور دراز دیہات میں ہونے کے باوجود علماء کی اکثریت تھی۔ مذہبی سیاسی قائدین موجود تھے۔ سج دھج سے جنازہ ہوا۔ ان کے مادر علمی دارالعلوم کبیروالا سے اساتذہ اور مرحوم کے ساتھیوں، حضرات علماء کرام کی دو ویگنوں پر آمد ہوئی۔ دارالعلوم مدینہ بہاولپور سے حضرت مولانا مفتی عطاء الرحمن، دارالعلوم کبیروالا سے مولانا مفتی ارشاد احمد، مولانا محمد اسحق ساقی، حافظ محمد انس، مولانا رشید عباسی، قاضی عمر فاروق، مولانا محمد جاوید اختر، سید مخدوم سمیع الحسن گیلانی ودیگر حضرات نے شرکت فرمائی۔

رات عشاء کے قریب تدفین کے عمل سے فارغ ہوئے۔ عالم دین، صالح طبیعت اس نوعمری میں ان کی شہادت، بجا طور پر لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا ہی جنت کے لئے کیا تھا۔ دنیا میں تو بس وہ رونمائی کے لئے آئے تھے۔ اتنی جلدی اور اس قدر اس شان سے گئے کہ میرے جیسے کئی ضعیف العمر ان کا منہ ہی تکتے رہ گئے۔ حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ حق تعالیٰ شانہ انہیں بدر، حنین، یمامہ اور کربلا کے شہیدوں کی معیت نصیب فرمائیں۔

سید کمال شاہ شہید

نام بھی کمال تھا اور خود بھی کمال کے آدمی تھے۔ سید، آل رسولؐ میں سے تھے۔ کشادہ گول چہرہ، خندہ رو، کمال کے دیانتدار، کم گو، اپنے کام سے کام، امانت ان کے در کا پانی بھرتی تھی۔ اتنے بھرپور محبتوں والے انسان کہ سبحان اللہ! خودداری کا مجسمہ، غنی دل، شرافت کا پتلا، غرض ایک سید آل رسولؐ میں جو خوبیاں ہونی چاہئیں، وہ ان میں بھرپور موجود تھیں۔ ۱۸ سال کراچی مجلس میں کام کیا۔ کام میں نام بھی کمایا۔ ہر دوست کے دل کی گہرائیوں میں

محبت کا اس نے آشیانہ بنایا۔ وہ بہت ہی خوبیوں کے مالک تھے۔ والد کا نام سید مہر علی شاہ تھا۔ تو حید نزد رحیم آباد تحصیل صادق آباد کے رہائشی تھے۔ کمسن تین بیٹیاں یادگار ہیں۔

سفید پوش انسان تھے۔ جمعۃ المبارک کے دن شہر میں جماعتی رفقاء کے ساتھ مجلس کے مفوضہ امور سرانجام دیئے۔ مولانا محمد اجمل صاحب کو عشاء کے بعد سکوٹر پر بٹھایا۔ دس منٹ بعد آنے کا کہا۔ دونوں ساتھ گئے۔ ساتھی تکتے رہ گئے۔ دونوں واپس آئے تو ساتھی سکتے میں رہ گئے۔ کراچی سے ساتھ ہی دو ایمبولینسوں میں روانہ ہوئے۔ سید کمال شاہ کی ایمبولینس صادق آباد میں رکی اور مولانا محمد اجمل صاحب کی اوچ شریف۔ عصر کے بعد سید کمال شاہ کا صادق آباد میں اور مولانا محمد اجمل کا اوچ شریف میں ایک ہی وقت میں جنازہ ہوا۔ علیحدہ علیحدہ مقامات پر تقریباً ایک ہی وقت تدفین ہوئی۔ ایک ہی وقت میں رب کے حضور پیش ہوئے۔ دونوں موتی، دونوں ہیرے، دونوں انمول، دونوں باکمال، ایک سید اسم بامسمی کمال سراپا کمال، دوسرا سراپا جمیل نہیں بلکہ اجمل۔ اکٹھے دونوں چل دیئے۔ دونوں سرخرو ہوگئے۔ وہ ہم سب کو روتا چھوڑ کر خود جنت کے قندیلوں پر محو مسکراہٹ وچہچاہٹ۔ زندگی ہو تو ایسی، جانا ہو تو ایسا۔ پھر برزخ وآخرت کا سفر سرخروئی کے ساتھ۔ حق تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں اور ان کی قربانی کے صدقے اللہ رب العزت اہلیان کراچی کو سکون نصیب فرمادیں۔ آمین!

امام دارمیؒ اپنی ''سنن'' میں روایت کرتے ہیں: ''اخبر نامروان بن محمد عن سعید بن عبدالعزیز قال لما کان ایام الحرة لم یؤذن فی مسجد النّبی ﷺ ثلاثا ولم یقم ولم یبرح سعید بن المسیبؒ من المسجد وکان لا یعرف وقت الصلوٰة الا بهمهمة یسمعها من قبر النّبی ﷺ (باب ما اکرم اللہ تعالیٰ نبی ﷺ بعد موته)''

﴿سعید بن عبدالعزیز کا بیان ہے کہ جنگ حرہ (یزید کے زمانہ) میں تین دن تک مسجد نبوی میں نہ تو اذان ہوئی نہ اقامت البتہ حضرت سعید بن المسیبؒ نے مسجد نبوی کو نہیں چھوڑا (وہ وہیں چھپے رہے) اور وہ بھی نماز کا وقت صرف اس ہلکی سی آواز سے پہچانتے تھے جو آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک سے وہ سنا کرتے تھے۔﴾

چنانچہ جیسا کہ امام طبریؒ نے بسند نقل کیا ہے: ''فقتل جماعة صبراً منهم معقل بن سنان ومحمد بن ابی الجهم بن حذیفة ویزید بن عبداللّٰه بن زمعه وبایع الباقین علی انهم خول لیزید''

﴿اس (یزید کے نمائندہ) مسلم نے ایک جماعت کو زندہ گرفتار کر کے قتل کرادیا جس میں حضرات صحابہ کرام معقل بن سنان، محمد بن ابی الجہم بن حذیفہ اور یزید بن عبداللہ بن زمعہ (رضی اللہ عنہم) بھی تھے اور باقی لوگوں سے اس شرط پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں۔﴾

قادیانیت کی مختصر تاریخ!

آخری قسط

ارشد سراج الدین!

تیسرا اصول

مرزا غلام احمد قادیانی کی جانچ کے لئے تیسرا اصول ان کی وہ پیشین گوئیاں ہیں جن کو انہوں نے خود اپنے جھوٹے یا سچے ہونے کا خاص نشان اور معیار قرار دیا اور بڑے دعوے سے کہا کہ اگر یہ پوری نہ ہوں تو میں جھوٹا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس قسم کی زیادہ تر پیشین گوئیوں کو غلط ثابت کر کے ان کا جھوٹا اور کذاب ہونا ثابت کر دیا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے۔ ورنہ بہت سی پیشین گوئیاں رمل، جفر اور جوتش سے واقفیت رکھنے والے پنڈتوں کی پوری ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اگر بالفرض مرزا قادیانی کی یہ پیشین گوئیاں سو فیصدی بالکل ٹھیک ٹھیک پوری ہو جاتیں، تب بھی ہم ان کو اس قسم کا استدراج سمجھتے۔ جیسا کہ حدیثوں میں دجال کے متعلق آتا ہے کہ وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا اور بارش برسائے گا اور مردے کو زندہ کر کے دکھائے گا اور اس کے باوجود دجال ہوگا۔ بہر حال ہمارا یہ ایمان ہے کہ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا اعلان ہو جانے کے بعد جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے، خواہ اس کے ہاتھ پر کیسے ہی کرشمے ظاہر ہوں اور خواہ اس کی پیشین گوئیاں سو فیصد پوری ہوں، پھر بھی وہ ہرگز سچا نبی نہیں ہو سکتا، بلکہ کذاب اور دجال ہے۔ اس لئے اگر بالفرض مرزا قادیانی کی یہ پیشین گوئیاں پوری بھی ہو جاتیں، جب بھی ہمارے ایمان اور عقیدے پر کوئی اثر نہ پڑتا، لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ان کی مرکزی پیشین گوئیوں کو غلط کر کے اپنے بہت سے کمزور بندوں کو اس آزمائش سے بچا لیا۔ مرزا قادیانی کی چند پیشین گوئیاں اور ان کا انجام حسب ذیل ہے۔

۱...... مرزا قادیانی نے اپنی موت سے متعلق یہ پیشین گوئی کی کہ ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔

(تذکرہ طبع سوم ص۵۹۱)

مکہ، مدینہ میں مرنا تو درکنار مرزا قادیانی کو مکہ یا مدینہ دیکھنے کی سعادت بھی نصیب نہ ہوئی۔

۲...... پیر منظور احمد، مرزا قادیانی کا بڑا خاص مرید تھا، مرزا کو معلوم ہوا کہ اس کی بیوی حاملہ ہے تو مرزا قادیانی نے ایک پیشین گوئی کر دی کہ اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔ اس کی پیشین گوئی کے الفاظ یہ ہیں: ”پہلے یہ وحی الٰہی ہوئی تھی کہ وہ زلزلہ جو نمونہ قیامت ہوگا، بہت جلد آنے والا ہے اور اس کے لئے یہ نشان دیا گیا تھا کہ پیر منظور محمد لدھیانوی کی بیوی محمدی بیگم کے لڑکا پیدا ہوگا اور وہ لڑکا اس زلزلے کے لئے ایک نشان ہوگا۔ اس لئے اس کا نام بشیر الدولہ ہوگا۔“ (حقیقت الوحی حاشیہ در حاشیہ ص۱۰۰، خزائن ج۲۲ ص۱۰۳)

مگر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ بجائے لڑکے کے لڑکی پیدا ہوئی، تو مرزا قادیانی نے یہ کہا کہ اس سے یہ تھوڑی مراد ہے کہ اسی حمل سے لڑکا پیدا ہوگا۔ آئندہ بھی لڑکا پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن کچھ عرصے بعد وہ عورت ہی مر گئی۔ نہ اس عورت کے لڑکا پیدا ہوا اور نہ وہ زلزلہ آیا۔

۳...... محمدی بیگم سے نکاح کی پیشین گوئی مرزا قادیانی کی سب سے مشہور پیشین گوئی ہے جس کو انہوں نے اپنی کتابوں میں اپنی صداقت کا خاص آسمانی نشان اور معیار قرار دیا تھا۔ محمدی بیگم مرزا قادیانی کے ماموں زاد بھائی مرزا احمد بیگ کی نوعمر لڑکی تھی۔ مرزا قادیانی نے اس کو زبردستی نکاح میں لانے کا ارادہ کیا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ایک زمین کے ہبہ نامہ کے سلسلے میں مرزا احمد بیگ کو مرزا قادیانی کے دستخط کی ضرورت پڑی۔ مرزا قادیانی نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور احمد بیگ سے کہا کہ استخارہ کرنے کے بعد دستخط کروں گا۔ جب کچھ دنوں کے بعد دوبارہ احمد بیگ نے دستخط کرنے کی بات کی تو مرزا قادیانی نے جواب دیا کہ دستخط اسی شرط پر ہوں گے کہ اپنی لڑکی محمدی بیگم کا نکاح میرے ساتھ کرو۔ مرزا قادیانی دھمکی اور لالچ کے نفسیاتی حربے استعمال میں لاتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل کی کہ اس شخص یعنی احمد بیگ کی بڑی لڑکی کے نکاح کے لئے پیغام دے اور اس سے کہہ دے کہ پہلے وہ تمہیں اپنی دامادی میں قبول کرلے اور تمہارے نور سے روشنی حاصل کرے اور کہہ دے کہ مجھے اس زمین کے ہبہ کرنے کا حکم مل گیا ہے۔ جس کے تم خواہشمند ہو۔ بلکہ اس کے ساتھ اور زمین بھی دی جائے گی اور دیگر مزید احسانات تم پر کئے جائیں گے۔ بشرطیکہ تم اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کردو۔ میرے اور تمہارے درمیان یہی عہد ہے، تم مان لوگے تو میں بھی تسلیم کرلوں گا۔ اگر تم قبول نہ کروگے تو خبردار رہو۔ مجھے خدا نے یہ بتلایا ہے کہ اگر کسی شخص سے اس لڑکی کا نکاح ہوگا تو نہ اس لڑکے کے لئے یہ نکاح مبارک ہوگا اور نہ تمہارے لئے۔''

(آئینہ کمالات اسلام ص ایضاً، خزائن ج۵ ص۵۷۲،۵۷۳)

مرزا قادیانی نے ان باتوں کو اپنے خطوط اور اپنی کتابوں اور اشتہاروں میں ایسے زور سے لکھا کہ احمد بیگ اگر کچا آدمی ہوتا تو ڈر کے نکاح کر ہی دیتا۔ لیکن اس نے اثر نہیں لیا اور وہ برابر انکار کرتا رہا۔ مرزا قادیانی طرح طرح سے کوششیں اور ہر قسم کی تدبیریں استعمال کرتے رہے، جن کی تفصیل بہت لمبی ہے اور بڑی عبرتناک اور شرمناک بھی ہے۔ مرزا قادیانی کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاملہ ایک مدت تک اسی طرح چلتا رہا کہ مرزا قادیانی محمدی بیگم کے والد احمد بیگ کو رام کرنے کے جتن کرتے رہے، اس کو خطوط لکھتے رہے اور الہاموں کے حوالے سے اس کو دھمکیاں بھی دیتے رہے۔ مگر وہ انکار پر جما رہا۔ یہاں تک کہ ضلع لاہور کے رہنے والے ایک شخص سلطان محمد سے محمدی بیگم کی شادی کی بات چیت ہونے لگی۔ جب مرزا قادیانی کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس میں رکاوٹ ڈالنے کی عجیب وغریب تدبیریں اور بڑی بڑی کوششیں کیں۔ جب یہ تمام کوششیں بھی ناکام رہیں تو مرزا قادیانی نے حسب عادت خدا کے الہام کے حوالے سے پیشین گوئی شائع کردی: ''خدا تعالیٰ نے اس عاجز کے مخالف اور منکر رشتہ داروں کے حق میں نشان کے طور پر یہ پیشین گوئی ظاہر کی ہے کہ ان میں سے جو ایک شخص احمد بیگ نام کا ہے، اگر وہ اپنی بڑی لڑکی اس عاجز کو نہیں دے گا تو تین برس کے عرصے تک بلکہ اس سے قریب فوت ہوجائے گا اور وہ جو نکاح کرے گا، وہ روز نکاح سے اڑھائی برس کے عرصے میں فوت ہوجائے گا اور آخر وہ عورت اس عاجز کی بیویوں میں داخل ہوگی۔''

(مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۰۲)

بالآخر ۷/اپریل ۱۸۹۲ء کو محمدی بیگم کا سلطان محمد سے نکاح ہوگیا۔ لیکن مرزا قادیانی اس کے بعد بھی برابر

اسی زوروشور سے یہ پیشین گوئی کرتے رہے کہ سلطان محمد مرے گا اور محمدی بیگم ضرور میرے نکاح میں آئے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر مبرم ہے۔ کوئی اسے بدل نہیں سکتا۔ اب ذرا اس زاویئے سے بھی غور کیجئے کہ کیا کسی کی منکوحہ بیوی کے متعلق علی الاعلان اشتہارات چھاپنا کہ یہ میرے نکاح میں آئے گی۔ شرافت اور تہذیب کا جنازہ نہیں ہے۔ نبوت اور رسالت تو بہت ارفع واعلیٰ مقامات ہیں۔ مرزا قادیانی تو شرافت وتہذیب کی کسوٹی پر بھی پورے نہیں اترتے۔

مرزا قادیانی کے جن مخالفین نے محمدی بیگم کا نکاح مرزا قادیانی سے نہ ہونے اور سلطان محمد سے ہوجانے اور پھر اڑھائی سال میں سلطان محمد کے نہ مرنے پر فاتحانہ خوشیاں منائیں، ان کے متعلق مرزا قادیانی کا غیض وغضب ملاحظہ ہو: ’’سوچاہئے تھا کہ ہمارے نادان مخالف انجام کے منتظر رہتے اور پہلے ہی سے اپنی بدگوہی ظاہر نہ کرتے۔ بھلا جس وقت یہ سب باتیں پوری ہوجائیں گی تو اس دن یہ احمق مخالف جیتے ہی رہیں گے اور کیا اس دن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوجائیں گے۔ ان بیوقوفوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں رہے گی اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جائے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سوروں کی طرح کردیں گے۔‘‘ (ضمیمہ انجام آتھم ص۵۳، خزائن ج۱۱ص ۳۳۷)

مرزا قادیانی مئی ۱۹۰۸ء میں مرگئے اور ان پیشین گوئیوں کا حشر یہ ہوا کہ نہ سلطان محمد ان کے سامنے مرا اور نہ ہی محمدی بیگم ان کے نکاح میں آئی۔ سلطان محمد مرزا قادیانی کے تقریباً چالیس برس بعد تک زندہ رہا اور اس طویل مدت کا ہر دن مرزا قادیانی کے کاذب اور مفتری ہونے کی شہادت دنیا کے سامنے پیش کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی اور کسی مامور کو اس طرح ذلیل نہیں کرتا، جس طرح کہ مرزا قادیانی اپنی پیشین گوئیوں میں ذلیل ہوئے۔ اگر کوئی بھی غیرت مند آدمی اتنا ذلیل ہوا ہوتا تو کسی کو منہ دکھانے کے لائق بھی اپنے آپ کو نہ سمجھتا۔ مگر اللہ کی شان ہے کہ ان سب باتوں کے باوجود مرزا قادیانی کے دعوے بھی برابر جاری رہے اور ان کو نبی ماننے والے بھی ملتے رہے اور اب تک مل رہے ہیں۔ لیکن اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ ہندوستان میں بے شمار لوگ ہیں جو جانوروں کو پوجتے ہیں، دریاؤں کو پوجتے ہیں، پتھروں کی پرستش کرتے ہیں اور صرف ان پڑھ اور گنوار ہی نہیں بلکہ ان چیزوں کی پرستش کرنے والوں میں اچھے اچھے گریجویٹ، سائنس دان اور پی.ایچ.ڈی بھی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ہدایت اور گمراہی کے اصول کچھ اور ہیں۔

چوتھا اصول

کسی سچے نبی کو پرکھنے کے لئے چوتھا اصول یہ ہے کہ کسی پیغمبر سے ناممکن ہے کہ وہ اپنے وقت کی کسی ایسی حکومت اور طاقت کی چاپلوسی کرے جو کفر اور بے دین کا ستون ہو اور جس کے عروج اور غلبے سے کفر اور بے دینی کا عروج ہوتا ہو اور دنیا میں دہریت، مادیت اور نفس پرستی بڑھتی ہو۔

انگریزوں نے نہایت مکاری اور عیاری سے ہندوستان پر سیاسی تسلط قائم کیا۔ انگریزوں اور ہندوستان پر حملہ آور ہونے والی پہلی اقوام میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ گزشتہ حملہ آور اقوام نے ہندوستان کو اپنا وطن بنالیا، وہ یہیں رہے اور یہیں دفن ہوئے اور ہندوستان کو پوری طرح Own کیا۔ لیکن انگریزوں نے ہندوستان کو کبھی اپنا

وطن نہیں سمجھا۔ بلکہ یہاں کی دولت کو یورپ منتقل کیا اور ہندوستان کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا کر اس کا معاشی استحصال کیا۔ پھر انگریز ایسی تہذیب کے علمبردار تھے جو معاشرے میں فساد، الحاد اور اخلاقی انتشار کا سرچشمہ تھی۔ وہ عملاً ان تمام اقدار Values کے منکر اوران اخلاقی ودینی معیاروں سے منحرف تھے۔ جن پر اسلام کے اخلاقی واجتماعی نظام کی بنیاد ہے۔ الغرض انگریزوں کی تاریخ مسلمانوں پر مظالم اور سیاسی جرائم سے داغ داغ ہے۔

تاریخ انبیاء علیہم السلام سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ ظالموں اور مجرموں کے حریف اور مدمقابل رہے۔ لیکن ہم مرزا قادیانی کو دیکھتے ہیں کہ ان کا رویہ اس معاملے میں بالکل دنیادار اور گھٹیا قسم کے حکومت پرستوں کا ہے۔ وہ ایسے کھلے لفظوں میں اس غاصب حکومت کی مدح وثناء کرتے ہیں، جس کے لئے ایک صاحب ضمیر انسان تیار نہیں ہوسکتا۔ نہایت اختصار کے ساتھ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں: ’’میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید وحمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں کہ اگر وہ اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔‘‘ (تریاق القلوب ص۱۵، خزائن ج۱۵ ص۱۵۵)

’’گورنمنٹ کے احسانات ہمارے خاندان پر ہمارے والد مرزا غلام احمد مرتضیٰ صاحب کے وقت سے برابر ہوتے رہے ہیں اور اس لئے اس گورنمنٹ کی شکرگزاری میرے رگ وریشے میں سمائی ہوئی ہے۔‘‘

(اشتہار ملحقہ شہادۃ القرآن ص ا/ا، خزائن ج۶ ص۳۷۸)

’’ہم اپنی معزز گورنمنٹ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم اس گورنمنٹ کے اسی طرح مخلص اور خیرخواہ ہیں، جس طرح ہمارے بزرگ تھے۔ ہمارے ہاتھ میں بجز دعا کے اور کیا ہے۔ سو ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس گورنمنٹ کو ہر ایک شر سے محفوظ رکھے اور اس کے دشمن کو ذلت کے ساتھ پسپا کرے۔‘‘ (اشتہار ملحقہ شہادت القرآن ص۳، خزائن ج۶ ص۳۸۰)

’’یہ التماس ہے کہ سرکار دولتمدار (انگریز گورنمنٹ) ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربے سے ایک وفادار جانثار خاندان ثابت کر چکی ہے...... اس خود کاشتہ پودے کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق وتوجہ سے کام لے...... ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے۔‘‘ (کتاب البریہ ملحقہ اشتہار بحضور نواب لیفٹیننٹ ص۱۳، خزائن ج۱۳ ص۳۵۰)

مرزا قادیانی حکومت برطانیہ کا اقبال اور اس کی وسعت واستحکام دیکھ کر یقین رکھتے تھے کہ ہندوستان میں انگریزی حکومت کو کبھی زوال نہیں آئے گا۔ ان کے نزدیک اس سے وفاداری کا اظہار اور اس کی قسمت سے اپنی قسمت وابستہ کر دینا ایک بڑی سیاسی دوربینی اور اعلیٰ درجے کے تدبر کی بات تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ جو شخص دینی فراست اور سیاسی بصیرت دونوں سے محروم ہو، اس کا یہی فیصلہ اور اندازہ ہوگا: ’’میں تاج عزت عالی جناب حضرت مکرمہ معظمہ قیصرہ ہند دام اقبالہا کا واسطہ ڈالتا ہوں کہ......‘‘ (کشف الغطاء ص۱)

مرزا قادیانی نے اس غیر اسلامی اور انسانیت دشمن حکومت سے جس طرح اپنی نیازمندی کا اظہار کیا ہے اور جس جوش کے ساتھ مسلمانوں کو محکومی اور غلامی کی زندگی کو نعمت سمجھنے کی تلقین کی ہے، وہ سرکار پرستوں اور کاسہ لیسوں سے تو مناسبت رکھتے ہیں۔ مگر مقام نبوت سے بہت بعید ہیں۔

مندرجہ بالا سطور میں ان چار بنیادی اصولوں کا ذکر کیا گیا، جن پر کسی بھی شخص کے دعوائے نبوت کو پرکھا جاسکتا ہے۔اس لئے اگر بالفرض نبوت ختم نہ بھی ہوئی ہوتی اور انبیاء کی آمد کا سلسلہ جاری ہوتا تب بھی مرزا غلام احمد قادیانی کے نبی ہونے کا کوئی امکان نہ تھا۔اللہ تعالیٰ کسی ایسے آدمی کو نبی اور رسول بنا کر نہیں بھیج سکتا جو انسانی شرافت کے معیار سے بھی گرا ہوا ہو۔ایسے آدمی پر ہرگز خدا کی وحی نہیں آسکتی، ہاں! ایسے لوگوں پر شیطانی وحی آیا کرتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''ہم تم کو بتلاتے ہیں کہ شیطان کن لوگوں پر اترتے ہیں، وہ جھوٹ بولنے والوں پر اور افتراء پردازوں اور پاپیوں پر اترتے ہیں۔'' (سورۃ الشعراء)

بہرحال ہمارا اصل عقیدہ اور ایمان تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کی نبوت اور آپ کی لائی ہوئی ہدایت دنیا بھر کے لئے اور ہمیشہ کے لئے کفایت کرنے والی ہے اور اس بناء پر اب کسی شخص کے بھی نبی ہونے کا کوئی امکان نہیں اور جو شخص بھی اب نبوت کا دعویٰ کرے ہم اس کو کاذب اور اللہ پر افتراء کرنے والا سمجھیں گے۔حتیٰ کہ اگر بالفرض سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، خواجہ معین الدین چشتیؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ جیسی پاک سیرت رکھنے والا کوئی بزرگ بھی نبوت کا دعویٰ کر بیٹھے تو ہم اس کو بھی ایسا ہی سمجھیں گے۔اصل عقیدہ تو یہ ہے۔لیکن اگر بالفرض نبوت کا سلسلہ جاری بھی ہوتا تب بھی مرزا قادیانی جیسے اخلاق واوصاف رکھنے والے کسی آدمی کے لئے اس مقام اور منصب کا کوئی امکان نہ تھا۔

یہ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے دعوؤں کے بارے میں غور وخوض کا اصولی طریقہ ہے۔لیکن قادیانی صاحبان کی ہمیشہ یہ کوشش ہوا کرتی ہے کہ مرزا قادیانی کے متعلق گفتگو نہ ہو۔بلکہ حیات وممات مسیح جیسے مسائل پر بات ہو تاکہ ناواقف لوگ یہ سمجھیں کہ مسلمانوں اور قادیانیوں میں اختلاف، بس اسی نوعیت کا ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک مہدی کا ظہور ابھی باقی ہے اور ان کے یہاں وہ آچکے ہیں یا بعض آیتوں کے معنی مسلمان علماء کچھ اور بیان کرتے ہیں اور قادیانی کچھ اور۔اس طرح سے وہ یہ تاثر قائم کرنا چاہتے ہیں کہ قادیانی بھی مسلمانوں کا ایک فرقہ ہیں۔حالانکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے اختلاف کی نوعیت دوسرے اسلامی فرقوں کے باہمی اختلاف سے بالکل مختلف ہے۔قادیانی صاحبان ایک شخص کو نبی مانتے ہیں اور نبی کی طرح اس کی ہر بات اور ہر مسئلہ پر ایمان لانا ضروری سمجھتے ہیں اور جو شخص ان کو نہ مانے، اس کو کافر سمجھتے ہیں تو قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف کی اصل بنیاد کوئی باریک علمی مسئلہ نہیں ہے۔بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کی شخصیت اور ان کا دعویٰ نبوت ہے، جس کی جانچ پڑتال کے لئے چار بنیادی اصولوں پر بحث ہوچکی ہے۔

اصل مسئلہ سے توجہ ہٹانے کے لئے ایک مغالطہ مرزائیوں کی طرف سے یہ دیا جاتا ہے کہ جو علماء ہم پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں، وہ خود آپس میں ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے آئے ہیں۔لہٰذا ان کے فتوؤں کا اعتبار اٹھ گیا ہے۔یہ صحیح ہے کہ غیر محتاط علماء نے تکفیر کے فتوے لگائے ہیں۔لیکن یہ فتاویٰ اپنے اپنے مکاتب فکر کی مکمل نمائندگی نہیں کرتے، اس کی بجائے ہر مسلمان مکتب فکر میں محقق اور اعتدال پسند علماء نے ہمیشہ اس بے احتیاطی اور عجلت پسندی سے شدید اختلاف کیا ہے اور اختلافات کو اپنی حدود میں رکھا ہے۔یہی وجہ ہے کہ تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والی

عوام عملاً ایک دوسرے کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور ایک دوسرے سے شادی بیاہ بھی کرتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا تھا: ’’مسلمانوں کے بے شمار فرقوں کے مذہبی تنازعوں کا ان بنیادی مسائل پر کچھ اثر نہیں پڑتا، جن مسائل پر سب فرقے متفق ہوں۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے پر الحاد کے فتوے دیتے ہوں۔‘‘ (حرف اقبال ص۱۲۷)

یقیناً فروعات کے ذرا ذرا سے اختلافات پر تکفیر کر دینا ایک غلط حرکت ہے۔ لیکن اسی طرح دین کی بنیادی حقیقتوں سے کھلے کھلے انحراف پر تکفیر نہ کرنا بھی سخت غلطی ہے۔ جو لوگ بعض علماء کی بے جا تکفیر بازی سے یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ ہر قسم کی تکفیر سرے سے ہی بے جا ہے۔ انہیں سوچنا چاہئے کہ کیا ہر شخص ہر حال میں مسلمان ہی رہتا ہے؟ خواہ وہ خدائی کا دعویٰ کر بیٹھے یا نبوت کا مدعی ہو یا اسلام کے بنیادی عقائد سے صریحاً منحرف ہو جائے؟

کفر اسلام کی ضد ہے اور اس کی تین قسمیں بالکل ظاہر ہیں۔ ایک کافر وہ ہے جو اعلانیہ کافر ہو، ایک کافر وہ ہے جو اندر سے کافر ہو اور اوپر سے اپنے آپ کو مسلمان کہے اور ایک کافر وہ ہے جو اپنے کفر کو اسلام ثابت کرنے کی کوشش کرے۔ پہلی قسم کے کافر کو مطلق کافر کہتے ہیں، اس میں یہودی، عیسائی، ہندو وغیرہ سب داخل ہیں۔ دوسری قسم والے کو منافق کہتے ہیں اور تیسری قسم کو اصطلاحاً زندیق کہا جاتا ہے۔ یہ اپنے کفر کو اسلام کہتے ہیں۔ ہے خالص کفر لیکن یہ اس کو اسلام کے نام سے پیش کرتے ہیں اور دین محمدی ﷺ، جو عین اسلام ہے اور آپ ﷺ سے متواتر اور مسلسل چلا آرہا ہے، اسے یہ عین کفر کہتے ہیں۔ پس یہ کل تین ہوئے۔ ایک کھلا کافر، دوسرا منافق اور تیسرا زندیق۔ دنیا کے دوسرے کافر اپنے کفر پر اسلام کا Tag نہیں لگاتے اور لوگوں کے سامنے اپنے کفر کو اسلام کے نام سے پیش نہیں کرتے۔ مگر قادیانی اپنے کفر پر اسلام کا لیبل لگاتے ہیں اور یوں ملت اسلامیہ میں انتشار پھیلانے کے جرم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ کیا زمزم کے عنوان سے کسی شخص کو شراب فروخت کرنے کی اجازت دی جاسکتی ہے؟

سردار قیصر وسیم خان قیصرانی کے مسلمان ہونے سے قادیانیت کی ریت کی دیوار گرنی شروع ہوگئی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع ڈیرہ غازی خان کے سرکردہ علماء کرام مولانا محمد اسحاق ساجد نقشبندی سرپرست، ناظم اعلیٰ مولانا غلام اکبر ثاقب ناظم، مولانا عبدالقدوس چشتی، قاری محمد صدیق نقشبندی، رانا محمد آصف، حکیم عبدالرحمٰن جعفر نے اپنے اخباری بیان میں کہا کہ ضلع ڈیرہ غازی خان کے قادیانیوں میں اب افراتفری پیدا ہوگئی ہے اب یہ قادیانی سردار قیصر وسیم خان قیصرانی، سردار امام بخش قیصرانی، مرزا مسرور کے دوست انجینئر ناصر محمود اور خلیفہ قادیانی کے رضاعی بھتیجے شمس الدین کے مسلمان ہونے سے قادیانیوں کی ریت کی دیوار اب گرنی شروع ہوگئی ہے بلکہ دنیا بھر کے قادیانی، قادیانی رائل فیملی کے مکروفریب کو سمجھنے لگے ہیں۔ اللہ پاک ان کی ہدایت کے لئے دروازے کھول رہے ہیں۔ بڑے بڑے قادیانی مسلمان علماء کرام سے رابطہ میں ہیں، دعوت وتبلیغ کا سلسلہ جاری ہے۔ عنقریب مزید قادیانی اسلام قبول کرنے والے ہیں۔ علماء کرام اور حاجی احمد حسن کھلول نے سردار قیصر وسیم خان قیصرانی کو اسلام قبول کرنے پر مبارک باد دی، اپنے ہمہ قسم کے تعاون کا یقین دلایا، انہوں نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی خدمات کو بھی خراج تحسین پیش کیا۔

فتنہ قادیانیت اور اسلامی اصطلاحات!

قسط نمبر:4 مولانا شاہ عالم گورکھپوری نائب ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند!

کادیان یا قادیان

مذکورہ روایت کے سلسلے میں اس مختصر وضاحت کے بعد قابل غور نکتہ یہ ہے کہ بقول مرزا ''قادیان'' کی عربی ''چھوٹی کاف'' سے ''کدعہ'' بنائی گئی ہے۔اور حضور ﷺ کی زبان سے بڑی ''قاف'' کی جگہ چھوٹی کاف کا حرف ادا ہوا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ کیا اہل عرب کے نزدیک ''ق اور الف'' مستعمل نہیں جو عجمی نام کی عربی بنانے کیلئے خواہ مخواہ دوسرے حروف کو مستعار لیا گیا؟۔اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اصل لفظ ''قادیان'' بھی نہیں بلکہ ''گادیان'' یا ''گدہان'' ہوگا۔ چونکہ اہل عرب ''گ'' اور ''دھ'' نہیں استعمال کرتے تو ان کی جگہ ''ک'' اور ''ع'' کو لے لیا گیا ہوگا۔اور مرزا کی تحقیق کے مطابق ''ناعجمی'' جو بولا جاتا ہو وہ اس وجہ سے ہوگا کہ وہاں گدھے زیادہ پالے جاتے ہوں گے۔مرزا جی نے جیسے ''را'' کو ''دال'' سے بدل دیا ویسے ہی گدھوں کو بھینسوں سے بدل دیا ہو۔کیا کادیان کے باشندے اس تھیوری کو مانیں گے؟۔

اور بفرض محال اگر مرزا کی ہی تحقیق مانی جائے تو کم از کم اتنی بات تو واضح ہوگئی کہ پاکیزہ اور مقدس لفظ ''کادیان'' چھوٹی کاف سے ہے نہ کہ ''قادیان''۔تو قادیانیوں کو چاہئے کہ بڑی قاف سے نہ لکھ کر چھوٹی کاف سے ''کادیان'' لکھا کریں تاکہ اس سے ان کی اصلیت وحقیقت بھی معلوم ہوجائے۔یا کم از کم اتنا تو کریں کہ دونوں ہی لکھا کریں،یا دوسرا کوئی ''قادیان'' کو ''کادیان'' لکھے تو اس پر کم از کم اعتراض نہ کریں۔لیکن یہاں ایک بار پھر ہمارے قارئین کو حیرت ہوگی کہ کادیان لکھنے کو مرزائی معیوب سمجھتے ہیں اور اس پر نہ معلوم کیوں چڑھتے ہیں۔یعنی جس لفظ سے مرزا مہدی بنا اسی سے مرزائیوں کو چڑ ہورہی ہے۔یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ کاد، یکید کیداً کے معنی ہیں دھوکہ دینا،مکر کرنا،فریب دینا ہیں۔ شاید اسی لفظ سے ''کادیان'' بنا ہے جس کے خمیر میں مکر و فریب ہے۔

انگریزی کے ماہرین کا ماننا ہے کہ بڑی قاف کی آواز انگریزی میں نہیں ہے اسی لئے ''Q'' کا تلفظ ''کیو'' یعنی کاف سے ہوتا ہے۔جہاں Q لکھا جاتا ہے وہاں چھوٹی کاف سے اس کا تلفظ ہوگا مثلاً ایک دواساز کمپنی کا نام ہے MAQS REMEDIES اس میں ''Q'' کا اردو ''میکس'' لکھا جاتا ہے۔اسی طرح جہاں QADIYAN لکھا گیا ہے وہاں اردو میں یا عربی میں ''کادیان'' لکھا،پڑھا جائے گا۔ہاں جس جگہ اصل اردو اور عربی میں بڑی قاف لکھی ہو تو اس کی انگلش میں Q کا حرف لایا جاتا ہے جیسے ''قرآن'' کی انگلش QURAN لکھی جائے گی۔اس قاعدے کے اعتبار سے بھی جب اصل عربی میں بقول مرزا ''کاف'' ہے تو اگرچہ اس کی انگلش میں Q لکھا گیا ہے لیکن اردو بناتے اور لکھتے وقت چھوٹی کاف سے کادیان ہی لکھا جائے گا نہ کہ قادیان،اس لئے کہ جہاں بھی Q ہو اس کو بڑی قاف سے پڑھا جائے ایسا نہیں ہے۔گویا انگریزی تلفظ کے اعتبار سے بھی دیکھا جائے(انگریز جس کی خدمت مرزا جی ساٹھ سال تک بقول خود کرتے رہے ہیں،تفصیل کے لئے دیکھئے ستارہ قیصریہ وتحفہ قیصریہ)تو بھی قرین انصاف یہی قرار پاتا ہے کہ اردو

میں قادیان QADIYAN کو" چھوٹی کاف" سے" کادیان" ہی لکھا جائے جس سے مرزائیوں کی اصلیت معلوم ہوتی ہے اور رسم الخط کے ساتھ "کیو" کی صوتی مشابہت بھی باقی رہتی ہے۔اور مسلمانوں کو تو مرزائیوں کی اصلیت کا لحاظ کر کے کادیان ہی لکھنا پڑھنا زیادہ مناسب ہے۔کیوں کہ یہی حروف مرزا کی جھوٹی مہدویت کا حقیقی ترجمان ہیں کہ وہ اپنے دعوے میں مہا مکار اور جھوٹا ہے۔

قدیم تاریخ سے شہادت

اگر پہلے زمانے کی بات کریں تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ آغاز میں چھوٹی کاف سے ہی کادیان لکھا جاتا رہا ہے اور مرزائی بھی اس کو مانتے تھے چنانچہ جس زمانے میں کادیان کی گلی کوچوں میں یہ مشہور تھا کہ آریوں کے مہا گرو پنڈت لیکھرام کے علمی جواب سے عاجز آ کر مرزا کادیانی نے پنڈت جی کو قتل کروایا ہے اُن کے قتل میں مرزا کادیانی ملوث ہے لہٰذا اس کو گرفتار کیا جائے لیکن انگریزی پولیس گرفتار نہیں کرتی تھی بلکہ مرزا کادیانی کو تحفظ فراہم کر رہی تھی تو اسی موقع پر اپنے حق میں شہادت جمع کرنے کے لئے مرزا کادیانی نے ار مئی ۱۸۹۷ء میں اپنے ایک رسالہ استفتاء کے ہمراہ ایک چٹھی بھی تمام لوگوں کی خدمت میں لکھی تھی جو مطبع ضیاء الاسلام قادیان سے اسی وقت طبع ہوئی ہے۔اس چٹھی کی انگریزی میں بڑے موٹے موٹے حرفوں میں کادیان کو (KADIAN) لکھا ہوا ہے۔خود اپنی دستخط کے لئے مرزا نے جو انگریزی بنوائی ہے اس میں لکھا ہے:

Your ever faithful

MIRZA GHULAM AHMED

Chief of Kadian

Gurdaspur District Punjab

یہ انگلش چٹھی آج بھی خزائن میں جلد نمبر ۱۲ کے صفحہ ۱۰۷ سے پہلے دیکھی جا سکتی ہے اب اس سے بڑی دلیل اور کیا ہوگی کہ مرزا کے قلم سے ہی کادیان (Kadian) کا ثبوت مل گیا۔

علاوہ ازیں اُس دور کی کتابیں اور اشتہارات آپ دیکھیں تو جگہ جگہ" کادیان" ہی لکھا ہوا ملے گا اور کبھی بھی کادیانیوں نے اس پر اعتراض نہیں جتلایا بلکہ بخوشی اسے قبول کرتے ہوئے اپنی کتابوں میں بھی نقل کیا ہے۔لیجئے مطالعہ کیجئے اسی قسم کا ایک اشتہار جس کو خود مرزا کادیانی نے لفظ بہ لفظ نقل کیا ہے۔یہ اشتہار تبت کے ایک عالم دین جناب مولانا ابوالحسن تبتی صاحب کا ہے جو انھوں نے شملہ میں مقام نجولی سے ۳۱ر اکتوبر ۱۸۹۸ء میں شائع کیا تھا۔موصوف لکھتے ہیں:

سچے اور قطعی فیصلہ کی صورت صواب، دجال کادیانی کا جواب

دجال کادیانی کو ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے دبایا اور اُس سے عہد لے لیا کہ آئندہ دل آزار الفاظ سے زبان کو بند رکھے......اس وجہ سے اس کو مجبوراً الہام کے ذریعہ لوگوں کی دل آزاری سے زبان بند کرنا پڑا اور الہامی گولے چلانا یا یوں کہیئے کہ گوز چھوڑنا ترک کرنا ضروری ہوا......ان لوگوں نے دل کھول کر دل آزاری و بدگوئی سے اپنے دلوں کا ارمان نکال لیا اور کادیانی کی نیابت کو پورا کر دکھایا......دیگر مقامات میں کادیانی سے مباہلہ کے لئے مستعدی

ظاہر کر چکے ہیں اور اُس سے گریز وانکار اسی کادیانی بدکار کی طرف سے ہوا ہے...... اگر کادیانی اپنی طرف سے دعوتِ مباہلہ کا اشتہار دے...... اور قبل از مباہلہ کادیانی اس اثر کی تعیین بھی کر دے کہ وہ کیا ہوگا...... یہ بیان کر چکے ہیں کہ یہ میعاد ایک سال کی خلاف سنت ہے اور اس میں کادیانی کی حیلہ سازی وفریب بازی کی بڑی گنجائش ہے......

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص ۶۲ تا ۶۴)

اسی مجموعہ اشتہارات میں مرزا نے ایک اور اشتہار مطبوعہ ۱۰ ر نومبر ۱۸۹۸ء ملا محمد بخش قادری مینیجر اخبار جعفر زٹلی تاج الہند پریس لاہور کا نقل کیا ہے، اس میں سے بھی نمونے کے چند جملے ملاحظہ کیجئے:

"تابعین دجال اکبر کادیانی لعین نے جو اشتہاروں میں لکھا ہے کہ نام کا مولوی عبدالقادر لودھیانوی مولوی صاحب (محمد حسین بٹالوی) کا ہم مکتب ہے یہ محض دروغ ہے۔...... اس مضمون کا کادیانی یا اس کے اتباع کا مراسلہ ہم کو نہیں پہنچا...... عربی میں دجال کادیانی کا مقابلہ کرنے سے گریز یا اعراض کو جو ان تابعین دجال نے مولوی صاحب کی طرف منسوب کیا ہے...... مولوی صاحب موصوف...... کادیانی کو عربی میں مقابلہ کے لئے للکار چکے ہیں...... کادیانی کی عربی نویسی کا اچھی طرح بخیہ اُدھیڑ چکے ہیں...... کادیانی کا مستجاب الدعوات ہونے کا جو اُن شیخ چلی کے شاگردوں نے دعوی کر کے مولوی صاحب (محمد حسین بٹالوی) سے مقابلہ چاہا...... مولوی سید ابوالحسن صاحب تبتی نے جواباً ۸۲۵ روپے انعام کے بدلے آٹھ سو پچیس جوتے کادیانی کے لئے تجویز کئے ہیں اس پر حضور ایں جانب کا صاد ہے لیکن ساتھ اس کے اس قدر رعایت ضروری ہے کہ اگر حضرت اقدس کادیانی اس قدر جوتوں کے بذات شریف ونفس نفیس متحمل نہ ہو سکیں اور سر مبارک ...... گنجہ ہو جاوے یا جوتوں کی مار سے آپ کو الہامی قبض لاحق ہو جاوے تو باقی ماندہ آپ کے تابعین...... آپس میں بانٹ لیں۔ (الراقم احقر العباد ملہم ربانی ملا محمد بخش لاہور مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص ۶۶ تا ۶۷)

واضح رہے کہ ان اشتہارات کا جواب مرزا کادیانی نے دیا ہے لیکن لفظ کادیان کو چھوٹی کاف سے لکھنے پر کسی جگہ اعتراض نہیں کیا ہے اور نہ اسکا بُرا مانا ہے۔ یہ تو چند جملے مرزائی کتب کے حوالے سے ہی نقل کئے گئے ہیں تاکہ وہ ہم سے حوالہ نہ طلب کریں۔ ورنہ علماء دیوبند کی جانب سے بیشمار کتابیں ایسی ملیں گی جس میں چھوٹی کاف سے "کادیان" ہی مسلسل لکھا پڑھا جاتا رہا ہے۔

اسی طرح مطالعہ کیجئے ایک موقع پر مولانا محمد حسین بٹالوی کی ایک تحریر مرزائیوں نے خود نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پرچہ اشاعت السنۃ میں مولانا موصوف مسلسل "کادیان" ہی لکھا کرتے تھے۔ ملاحظہ فرمایئے ایک عشقیہ داستان کی مکمل تفصیل مولانا محمد حسین بٹالوی کے قلم سے جس کو جلال الدین شمس مرزائی نے اپنی ایک تحریر کے ضمن میں نقل کیا ہے۔ چوں کہ معاملے کی صحیح تفہیم اور بہت سارے حقائق کی نقاب کشائی کے لئے مولانا بٹالوی کی تحریر مکمل طور پر درج کرنا ناگزیر ہے اس لئے پورا اقتباس درج کیا جاتا ہے:

"امرتسر کے گلی کوچہ میں یہ خبر مشہور تھی کہ اس قصیدۂ ہمزیہ کے صلہ میں کادیانی نے شامی صاحب کو دو سو روپے دیئے ہیں۔ میں نے شامی صاحب سے اس خبر کی حقیقت دریافت کی تو انھوں نے اس سے انکار کیا۔ اور ان کے بیان سے یہ معلوم ہوا کہ اس مدح وتائید کے صلے میں کادیانی نے کسی خوبصورت عورت سے نکاح کرا دینے کا ان کو وعدہ دیا تھا وہ اس وعدہ کے بھروسے پر کادیان میں چار مہینے کے قریب رہے۔ اس عرصہ میں کادیانی نے ان سے عربی نظم ونثر میں بہت لکھوایا

اور گوز دودھ بالائی آم، مرغ کھلانے سے اُن کی اچھی مدارات کی مگر ان کے اصل مطلوب نکاح سے ان کو محروم رکھا۔ اور وہ وعدہ پورا نہ کیا۔ ایک عورت فاحشہ سے ان کا نکاح کرانا چاہا مگر اس کے فاحشہ ہونے کا علم ان کو ہوگیا اس لئے اس نکاح سے انھوں نے انکار کیا۔ اور دو تین عورتیں ان کو اور دکھائیں مگر وہ خوبصورت نہ ہونے کی وجہ سے اُن کو پسند نہ آئیں آخر وہ قادیان سے سخت ناراض ہو کر چلے گئے۔ جاتے ہوئے خاکسار سے ملے تو کادیانی پر بہت ناراضگی ظاہر کرتے تھے۔ اور یہ کہتے تھے کہ اب میں ایک رسالہ موسومہ بکرامات کادیانی لکھوں گا۔ اس میں کادیانی کی مکاری کا خوب اظہار کروں گا۔ اور انھوں نے مجھ سے اس امر کی درخواست کی کہ اُن کی یہ سرگذشت و پر حسرت کیفیت مشتہر کردوں اور اس پر کادیانی کی اس بیوفائی اور وعدہ خلفی پر افسوس ظاہر کروں۔ اس درخواست کی وجہ سے یہ چند سطور لکھے گئے ہیں۔...... اس مضمون کے لکھے جانے کے بعد ہم نے سنا ہے کہ کادیانی کے در پردہ پیر و مرشد و بحسب ظاہر مرید حکیم نورالدین صاحب بھیروی نے شامی کا نکاح کہیں کرادیا ہے۔ اور اس خبر کے سننے سے ہم کو خوشی ہوئی اور افسوس نیز۔ خوشی اس لئے کہ مظلوم شامی کی حق رسی ہوئی۔ افسوس اس لئے کہ اب شامی صاحب کی طرف سے رسالہ ”کرامات کادیانی“ کی اشاعت چندے ملتوی رہے گی۔ شامی صاحب کے نکاح کی یہ تجویز خاکسار کہیں کرادیتا تو اُن سے جس قدر چاہتا کادیانی کے ردّ و مذمت میں نظم و نثر (جیسی ان کو آتی ہے) لکھوالیتا۔ لیکن یہ پیشہ دلالی کا کادیانی صاحب ہی کا خاصہ ہے۔ جس کے ذریعہ سے انھوں نے کئی نامی مریدوں کو دام مریدی میں پھنسایا ہوا ہے جن کے نام نامی والقاب گرامی مولوی حکیم وغیرہ وغیرہ سے اکثر سکنائے پنجاب واقف ہیں اور ایسے باطل اور ناجائز ذرائع سے کام نکالنا ہی ان کا شیوہٗ معجزہ ہے۔ لہٰذا یہ جرأت مجھ سے نہ ہوسکی اور میں نے ان کو اس طرح کی امید نہ دلائی۔“ (جلال شمس مرزائی کا مقدمہ ملحقہ خزائن جلد ۷ ص ۱۰ ۱۱)

علاوہ ازیں بہت سی کتابیں پیش کی جاسکتی ہیں جن میں ہمارے اکابر ”کادیان“ ہی لکھتے پڑھتے رہے ہیں جس سے مرزا کادیانی کے مکروفریب کی صحیح ترجمانی ہوتی تھی۔ محسوس یہ ہوتا ہے کہ مرزائیوں نے مکمل منصوبہ بندی سے اس کو تبدیل کر کے بڑی قاف سے قادیان لکھوانے میں پوری محنت کی ہے۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ لفظ کادیان کو مرزا کادیانی کی مہدویت کی دلیل میں پیش کرتے ہوئے مرزائی شرماتے ہیں اس لئے بہت کم اس دلیل کو بیان کرتے ہیں۔ جاری ہے!

ختم نبوت کنونشن ائمہ وخطباء کرام تحصیل کوٹ ادو

۷ دسمبر ۲۰۱۳ء جامع مسجد اللہ والی میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تحصیل کوٹ ادو کے زیر اہتمام ایک علماء کنونشن منعقد ہوا۔ جن کی صدارت حضرت مولانا محمد اشفاق احمد قاسمی نے کی۔ قاری محمد ظفر صاحب نے قرآن مجید تلاوت سے کنونشن کا آغاز کیا۔ ابتدائی کلمات مولانا قاضی عبدالخالق نے کہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے علماء کرام سے خصوصی خطاب فرمایا۔ جس میں حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب، مولانا محمد ادریس صاحب، مولانا محمد ناصر، مولانا مفتی زین العابدین، چودھری عبدالرزاق، مفتی محمد عارف سعید صاحب کے علاوہ تقریباً ایک سو علماء کرام نے شرکت کی اور جامع مسجد اللہ والی کی انتظامیہ کے ساتھی بھائی محمد خالد، محمد عابد و دیگر حضرات نے بہت ہی انتظام کیا ہوا تھا۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے جمعہ مکہ جامع مسجد میں پڑھایا اور صبح کا درس جامع مسجد اولیاء میں دیا۔

تحفظ ختم نبوت اور ہماری ذمہ داریاں!

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کا مقالہ!

(حضرت مولانا ابوالقاسم نعمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند کا مقالہ جو ۲۹،۳۰ر نومبر، یکم دسمبر۲۰۱۳ء کو جنوبی افریقہ کے شہر کیپ ٹاؤن میں منعقد ہونے والی ختم نبوت کانفرنس میں پڑھا گیا۔)

تحریک تحفظ ختم نبوت سے وابستہ پاکیزہ نفوس مقدس ہستیوں کی روشن اور مقبول عنداللہ خدمات کا ایک ایک عنوان، اب ضخیم ضخیم کتابی شکل وصورت اختیار کر کے مقبول خاص وعام ہو چکا ہے۔ ہمارے اکابر رحمہم اللہ نے اس موضوع پر جو قابل قدر خدمات انجام دی ہیں اگر ان کی صرف فہرست تیار کی جائے تو وہ بھی ایک ضخیم کتاب بنے گی۔

ناچیز نے دارالعلوم دیوبند کے شعبۂ تحفظ ختم نبوت میں ایک کتاب دیکھی جس کا نام ''قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگذشت'' (مرتبہ مولانا اللہ وسایا) ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ صرف ایک زاویے پر فہرست کتب ہے جس کی تفصیل اور شرح دیکھی جائے تو احتساب قادیانیت کے نام سے ۵۴ جلدوں پر مشتمل کتابوں کا ایک وقیع دفتر (مرتبہ مولانا اللہ وسایا) ماشاء اللہ اب تک منظر عام پر آچکا ہے اور یہ بھی ابھی ناقص اور ادھورا ہے؛ پورا ہونے پر اس کی کتنی جلدیں ہوں گی قبل از وقت ابھی کچھ کہنا مشکل ہے۔

اسی طرح ایک مختصر سا عنوان ہے ''قادیانیت ہماری نظر میں'' (مرتبہ جناب محمد متین خالد) اس مختصر عنوان کے تحت، قادیانیت علماء ربانی کی نظر میں، قادیانیت وکلا، کی نظر میں، عدلیہ وارباب اقتدار کی نظر میں، دانشوروں، سیاست دانوں کی نظر میں، وغیرہ وغیرہ چند زاویہ فکر ونظر پر صرف تأثراتی انداز میں جو مطبوعہ مواد ہے وہ بھی تقریباً ساڑھے سات سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس طرح صرف اس خاص موضوع پر فقہ وفتاوی کی کئی کئی ضخیم جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں، جس سے صرف برصغیر کے ہی نہیں بلکہ عرب وعجم کے تمام ہی علماء اور ہر مکتب فکر کے لوگ فیضیاب ہورہے ہیں۔

تحفۂ قادیانیت (مرتبہ حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ) کا سیٹ چھ ضخیم جلدوں میں ہم سبھی کی نظروں سے گذرا ہوگا۔ قادیانی فتنہ سے متعلق جدید وقدیم پیش آمدہ مسائل پر ماشاء اللہ بھرپور معلوماتی ذخیرہ ہے۔ دنیا بھر کی مختلف عدالتی کارروائیوں پر مشتمل بیش بہا مواد کا بھی ایک معقول ذخیرہ ہے جس سے مسلم اور غیر مسلم تمام وکلاء بلالحاظ مذہب وملت حسب ضرورت فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

میرا مقصد اس نشست میں ان خدمات کی تفصیل شمار کرانا نہیں۔ وہ تو میری معلومات سے بھی زیادہ ہیں۔ مقصد اپنی عاجزی کا اظہار ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جس تحریک کی خدمات کا حال یہ ہو تو اس کے کس کس گوشے اور زاویے کو بحث کا موضوع بنایا جائے اور بالخصوص مختصر وقت میں کس پہلو پر روشنی ڈالی جائے اور کس پہلو سے صرف

نظر کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اکابر کی قبروں کو نور سے بھر دے کہ انہوں نے ماشاء اللہ! اس موضوع پر کسی گوشے کو تشنہ نہیں چھوڑا ہے۔ اگر ہم اس دور میں ان کی متروکہ امانت کی حفاظت کر جائیں تو یہی ان شاء اللہ ہماری نجات کا ذریعہ بن جائے گا۔ اللھم وفقنا لما تحب و ترضیٰ واجعل آخرتنا خیراً من الاولیٰ۔

حاضرین مجلس! برصغیر کی تاریخ میں تحریک تحفظ ختم نبوت کو چار ادوار پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ آپ غور کریں گے تو محسوس ہوگا کہ ہر دور اپنے اندر معمولی یا غیر معمولی تبدیلیوں کے ساتھ ایک مستقل تاریخ رکھتا ہے جو ایک دوسرے سے خود کو ممتاز کرتا ہے:

۱...... پہلا دور ۱۸۸۰ء سے لے کر مرزا کے مرنے یعنی ۱۹۰۸ء تک ہے۔

۲...... دوسرا دور مرزائیت میں جانشینی اور گدی نشینی کے آغاز سے آزادی ہند و تقسیم ہند تک ہے۔

۳...... تیسرا دور تقسیم کے بعد سے ۱۹۷۴ء میں بین الاقوامی سطح پر مکہ مکرمہ میں اور اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد پارلیمانی سطح پر پاکستان میں قادیانیوں کو کافر تسلیم کیے جانے تک ہے۔

۴...... چوتھا دور وہ ہے جو ۱۹۷۴ء کے بعد سے اب ۲۰۱۳ء تک کا ہے جس سے ہم اور آپ گذر رہے ہیں۔

مرزائیت کے جنم دن سے ہی تحفظ ختم نبوت کی تاریخ جڑی ہوئی ہے اور اس وقت دونوں اپنی عمر کے ۱۳۳ ویں منزل میں ہیں۔ بلکہ تاریخ سے یہ بھی ثابت ہے کہ ہمارے بعض بزرگوں نے اپنی فراست ایمانی سے فتنہ کی پیدائش سے پہلے ہی بھانپ لیا تھا اور اس کی خطرناکی سے مسلمانوں کو باخبر کر دیا تھا۔

تحریک تحفظ ختم نبوت کا پہلا دور

پہلے دور میں قادیانیت کا میدانِ کارزار صرف زبان اور کاغذ و قلم رہا ہے۔ چنانچہ انفرادی طور پر اس دور کے علماء حضرت مولانا محمد لدھیانوی، پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی بالخصوص حضرت مولانا محمد علی مونگیری اور دارالعلوم دیوبند کے ناظم تعلیمات حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسے اکابر علماء کی ایک طویل فہرست ہے جنھوں نے کاغذ و قلم اور زبان کے ہی میدان میں اس کے بطلان کو واضح کیا اور ہر محاذ پر انہیں شکست فاش دی۔

تحریک تحفظ ختم نبوت کا دوسرا دور

دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین اور شیخ الحدیث حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے اس تحریک کو علمی استدلال کے ساتھ ساتھ جب اہل علم سے جوڑا تو فتنے پر زبردست قدغن لگا۔ یہیں سے تحریک تحفظ ختم نبوت کا دوسرا دور مانا جاتا ہے جس میں کاغذ و قلم کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی صاحب، حضرت مولانا عبدالسمیع انصاری صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب امروہوی، رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی، مدرسہ عربیہ اسلامیہ انبالہ کے صدر المدرسین حضرت مولانا محمد مسلم صاحب دیوبندی، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا ابوالوفاء شاہجہانپوری، مولانا علامہ نور محمد ٹانڈوی، خطیب العصر حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری، قادیان میں دفتر تحفظ ختم نبوت کے

انچارج مولانا عنایت اللہ چشتی وغیرہم جیسے اہل علم کا ایک قدآور طبقہ مستقل طور پر تحریک تحفظ ختم نبوت سے وابستہ دکھائی دیتا ہے اور تحریک سے متعلق مختلف النوع خدمات میں اجتماعیت بھی دکھائی دیتی ہے۔ تحریک سے اہل علم کے وابستہ ہونے کی یہ نوعیت ہمیں پہلے دور سے کچھ مختلف دکھائی دیتی ہے اور دوسرے دور میں پہلے دور کی بہ نسبت کام مستحکم اور پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔

تحریک تحفظ ختم نبوت کا تیسرا دور

تحریک تحفظ ختم نبوت کا تیسرا دور ہندوستان کی آزادی اور تقسیم کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اہل علم کا یہی وہ مقدس گروہ ہے جو اس دور میں بھی زبان وقلم کے میدان میں ہمہ جہت سرگرم عمل رہا ہے۔ تحفظ ختم نبوت کے استاذ الاساتذہ فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات صاحبؒ جنہوں نے قادیان سے واپس پاکستان جاکر فارغ التحصیل طلبہ کے لئے ”مدرسہ تحفظ ختم نبوت“ قائم فرمایا تھا وہ بھی اسی گروہ کے فرد کامل اور مردم ساز بزرگ تھے۔

حضرت علامہ کشمیریؒ کے تلامذہ، حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھیؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مفتی محمود صاحبؒ، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کے مسترشدین ومتعلقین حضرت مولانا لال حسین اخترؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت مولانا سید انور نفیس الحسینیؒ، حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ، حضرت مولانا محمد حیات صاحبؒ کے خصوصی شاگرد اور رجال سازی کے فن میں یکتائے روزگار حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ وغیرہم اور ان جیسے اور بھی بہت سے علماء جن کا نام نوک زباں پر نہیں آرہا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے شایان شان ان حضرات کی خدمات کا صلہ دے۔ آمین!) کی علمی واستدلالی مخلصانہ محنتوں کا ہی ثمرہ ہے کہ قادیانی فتنہ کو رابطۂ عالم اسلامی نے مکہ مکرمہ میں ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق اپریل ۱۹۷۴ء کی بین الاقوامی عظیم الشان کانفرنس میں بین الاقوامی سطح پر بھی اور اسی سال قادیانیت کے مرکز ثانی پاکستان میں پارلیمانی سطح پر بھی شکست وریخت سے دوچار ہونا پڑا اور یہ مانا جاتا ہے کہ بجا طور پر ان اکابر نے اپنے دور کے تقاضوں کے لحاظ سے تحریک تحفظ ختم نبوت کا حق ادا کردیا۔ فجزاھم اللہ خیراً!

تحریک تحفظ ختم نبوت کا چوتھا دور

اس کے بعد چوتھے دور میں جس میں ہم اور آپ ہیں قادیانی فتنہ نے پہلے سے زیادہ خطرناک چولا بدلا ہے۔ مذہبی، پارلیمانی اور عدالتی سطح پر غیر مسلم قرار دیئے جانے کے باوجود قادیانیوں نے اسلام اور مسلمانوں کے نام پر اپنی توسیع واشاعت کے لیے جو جدید جائز وناجائز طریقہ کار وضع کیے ہیں۔ الحمدللہ! اس کے تعاقب میں ہم اب بھی پیچھے نہیں ہیں۔ ہمارے نوجوان اس میدان میں بھی بے سروسامانی کے عالم میں ہی سہی انہیں ہر طرح لاجواب کررہے ہیں۔ قادیانیوں کا بھروسہ اپنے مادی وسائل واسباب پر ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں ہمارے جوانوں کا بھروسہ خالصۃً اپنے خدا پر ہے۔ شیطان کی سو برس کی محنت پر پانی پھیرنے کے لیے عبدرحمٰن کا ایک قطرہ آنسو کافی ہوجایا کرتا ہے۔ فللہ الحمد والشکر!

اس چوتھے دور میں بھی ہمہ جہت شکست وریخت سے دوچار ہونے کے بعد مادیت کی چمک اور باطل قوتوں کے سہارے قادیانیوں نے ایک سے بڑھ کر ایک کئی خطرناک اقدامات کیے ہیں۔ جن کی حیثیت مذبوحی حرکات سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔ اُن میں سے نمونے کے طور پر ایک اقدام یہ بھی ہے کہ مختلف ممالک میں سرکاری نصاب کی کتابوں میں پوری قوت کے ساتھ قادیانیت داخل کی جارہی ہے۔ اعلیٰ سطحی امتحانات میں قادیانیت کے تعلق سے سوالات داخل کتاب کیے جانے لگے ہیں۔ اسی طرح لسانیات کی صورت میں بھی یہ فتنہ اپنے ہاتھ پاؤں پھیلانے میں مصروف ہے۔ ہندوستان اور دیگر ممالک کی علاقائی زبانوں میں اپنے افراد پیدا کرکے مسلمانوں اور مقامی باشندوں کو گمراہ کرنے کی سازشیں رچی جارہی ہیں۔

کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند

تقسیم ہند کے بعد قادیانیوں نے اس جذبہ کے تحت اپنی سرگرمیاں پاکستان منتقل کرلیں کہ اس نومولود ملک میں چونکہ پہلے ہی دن سے اہم اور کلیدی عہدوں پر قادیانی قابض ہیں۔ لہٰذا ایک نہ ایک دن وہ اس ملک کی سیاہ وسفید کے مالک بن جائیں گے۔ سب سے زیادہ خطرناک بات یہ تھی پاکستانی فوج کے اعلیٰ فوجی عہدہ داروں میں ایک دو کے علاوہ باقی سب قادیانی تھے اور ملک کا وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان متعصب قادیانی تھا۔ حکومتی دفاتر میں کلیدی عہدوں پر قادیانیوں کا تسلط تھا اور حکومت کی پالیسیوں میں ان پورا کا عمل دخل تھا۔

ایسے نازک حالات میں اس بات شدید خطرہ ہوچلا تھا کہ اسلام کے نام پر وجود میں آنے ملک قادیانی اسٹیٹ بن جائے۔ الحمدللہ بروقت علمائے دیوبند نے قادیانیت کے خلاف ایک محاذ کھڑا کردیا۔ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر انہوں نے اس بے جگری سے مردانہ وار تمام مخالف حالات کا مقابلہ کیا کہ دن کی روشنی میں قادیانیوں کی آنکھوں تلے اندھیرا چھاگیا۔ چنانچہ پاکستان میں قدم قدم پر ناکامی اور مایوسی کے بعد قادیانیوں نے ایک بار پھر جب ہندوستان کا رخ کیا تو دارالعلوم دیوبند کے ارباب حل وعقد نے اکتوبر ۱۹۸۶ء میں ملکی سطح پر کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد ڈالی۔ اس ارتدادی فتنہ کے دوبارہ سر اٹھانے کو بروقت بھانپ کر ملک گیر پیمانے پر علمائے مدارس عربیہ، ذمہ داران مساجد، اور دانشوران ملک کو بیدار کیا جس سے قادیانیوں کے ناپاک عزائم خاک میں مل گئے۔

اس موقع سے بڑی ناسپاسی ہوگی اگر حضرت امیر الہند مولانا سید اسعد مدنی نور اللہ مرقدہ رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند کا نام نہ لیا جائے کہ حضرت موصوف نے اپنی فراست ایمانی سے فتنہ کی ہلاکت خیزیوں کو بھانپ کر پورے ملک میں کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کی شاخوں کا جال بچھادیا۔ حضرت مولانا سید محمد اسماعیل کٹکی نور اللہ مرقدہ، رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند کو رجال کار کی تیاری کے لیے میدان میں اتارا۔ ضرورت محسوس ہوئی تو انٹرنیشنل ختم نبوت مومنٹ کے بانی حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ جیسے ماہر فن اساتذہ کو دارالعلوم دیوبند میں دعوت دے کر تحفظ ختم نبوت کی خدمات میں روح پھونک دی۔ شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، مجلس احرار اسلام پاکستان، اور دیگر تنظیموں کے ذمہ داران سے رابطہ کے نتیجہ میں بروقت ملک میں رد قادیانیت کے موضوع پر لیٹریچر اور کتابوں کی کمی کا احساس نہیں ہونے دیا۔

آج اللہ کا شکر ہے کہ زمینی سطح پر ملک کے گوشے گوشے میں ایک قادیانی کے پیچھے دس مسلمان ملے گا۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے سے زیادہ فتنہ سامانی اور یہود ونصاریٰ کی حمایت واعانت کے باوجود قادیانی اپنے گھروندے میں گھسے ڈھول چاٹ رہے ہیں۔ کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت اور اس کی شاخوں کی جانب سے ہر سال چھوٹے بڑے تربیتی کیمپ ملک کے مختلف علاقوں میں منعقد کیے جاتے ہیں۔ اجلاسہائے عام اور دانشوران ملک کو جوڑ کر میٹنگوں کا بھی مسلسل سلسلہ جاری رہتا ہے اوردو ہندی اور مقامی زبانوں میں عوام وخواص تک لیٹریچر پہنچانے کا بھی معقول بندوبست کیا جاتا ہے۔

دارالعلوم دیوبند کا طرۂ امتیاز رہا ہے افراد سازی اور رجال کار کی فراہمی۔ الحمدللہ دارالعلوم دیوبند کے مقصد تاسیس اور حضرات اکابرؒ کے طرز عمل کے مطابق آج بھی کل ہند مجلس اس میدان میں سرگرم عمل ہے۔ اسی مقصد سے باضابطہ شعبۂ تحفظ ختم نبوت کا قیام عمل میں لایا گیا جس میں ہر سال پانچ طلبہ سالانہ نصاب کی تکمیل کے لیے منتخب ہوتے ہیں۔ جبکہ اس کے سہ ماہی کورس سے دارالعلوم میں تین ماہ مقیم رہ کر دیگر مدارس کے وہ اساتذہ فائدہ اٹھاتے ہیں جن کے پاس وقت کی قلت ہوتی ہے ایسے اساتذہ کی تعداد بھی ہر سال اوسطاً پانچ سے دس تک ہوجاتی ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے ساتھ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، اور حیدرآباد وغیرہ میں بھی مستقل طور پر تحفظ ختم نبوت کا شعبہ قائم ہے۔ جس میں دیگر تکمیلات کی طرح اس شعبے میں باضابطہ داخلہ لیا جاتا اور تعلیم وتربیت کا بندوبست کیا جاتا ہے۔

اسی طرح رجال کار کی تیاری کے باب میں دارالعلوم دیوبند کی چہاردیواری سے باہر مدارس عربیہ اور اسکولوں وکالجوں کے طلبہ پر مشتمل جو سہ روزہ یا پانچ روزہ تربیتی کیمپ منعقد کیے جاتے ہیں۔ وہ اپنی جگہ اب خود دارالعلوم کی چہاردیواری میں ہر سال ماہ شعبان میں پانچ روزہ تربیتی کیمپ منعقد کیا جاتا ہے جس کی پندرہ نشستیں ہوتی ہیں اور اس کے تمام تر مصارف مجلس شوریٰ کی ہدایت کے مطابق دارالعلوم برداشت کرتا ہے۔ اس کیمپ میں ملک کے مختلف صوبوں کے صرف فضلاء مدارس عربیہ، میدان میں کام کرنے والے افراد، صحافی اور کالج وغیرہ کے منتخب طلباء شریک ہوتے ہیں جس سے ہر زبان اور ہر موضوع کے افراد تیار ہوتے رہتے ہیں۔ اس کی پچیس سالہ مختصری روداد جو بھی شائع ہوئی ہے۔ وہ ۲۰۷ صفحات پر مشتمل ہے۔

قادیانی، مسلمانوں کے نام پر اور مسلمانوں کی شکل وصورت میں حج کے لیے بھی جاتے ہیں اور ادھر کچھ دنوں سے قادیانیوں نے مرکز اسلام مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بھی اپنی ناپاک ریشہ دوانیاں شروع کردی ہیں۔ کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند اپنی بساط کے مطابق اس میدان میں بھی سرگرم عمل ہے صوبائی حج کمیٹیوں سے لے کر مرکزی حج کمیٹی کے ذمہ داران سے قادیانیوں کو سفر بیت اللہ سے روکنے کے لیے رابطہ جاری ہے۔ اور سرزمین حجاز میں قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں سے سعودی حکام کو بھی باخبر کیا جاتا رہا ہے۔ اللہ نے چاہا تو اس میدان میں بھی قادیانیوں کا منصوبہ خاک میں مل جائے گا۔

الحمدللہ عالمی سطح پر کام کرنے والی تنظیمیں اس میدان میں بھی قادیانیوں کا بھرپور تعاقب کررہی ہیں۔

(جیسا کہ ہمارے سے پیشرو مقررین اور مقالہ نگاروں نے اس کی تفصیلات پیش کی ہیں..........)

خلاصۂ کلام

اہل علم اور موضوع کے تعلق سے عالمی سطح کے ذمہ داران کا مجمع یہاں جمع ہے۔ اس مناسبت سے اگر یہ عرض کرتا چلوں تو میں سمجھتا ہوں کہ بے جا نہ ہوگا کہ حالات حاضرہ کے تناظر میں تحریک تحفظ ختم نبوت کو تعلیم سے کما حقہ جوڑنے کی بھی ضرورت ہے۔

تحریک تحفظ ختم نبوت کو اب رائج نصابی تعلیم سے جوڑا جائے، مدارس میں رائج نصاب کا جزو بنایا جائے اور اس کے لیے امکانی طریقۂ کار پر غور کیا جائے۔ اگر کوئی ممکن شکل نکل سکتی ہے تو اس کو عملی مشق میں لایا جائے۔ اگر فی الفور رائج نصاب کا جزو بنانا مشکل نظر آتا ہے تو ایک دوسری شکل یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس کا مستقل نصاب وضع کیا جائے۔ علاقائی وہ بڑے مدارس جو اس کے متحمل ہوں اُن کو تو اس نصاب کو اپنانے میں تو کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے۔ یہ نصاب اپنے اندر ایسی صلاحیت رکھنے والا بھی وضع ہوسکتا ہے جو ہر زاویے سے فتنے کا توڑ پیدا کرسکے۔ ورنہ کم ازکم اگر کمزور درجے کا بھی مستقل نصاب وجود میں آیا تو وہ آئندہ آہستہ آہستہ دیگر تقاضوں کی تکمیل کے راستے خود بخود کھولے گا۔

نصاب کے وجود میں آنے سے جہاں افراد سازی اور رجال کار کی تیاری میں مدد ملے گی۔ تحریک کی آبیاری کے بھی مناسب اسباب پیدا ہوں گے اور اس کے اندر تحریک کی خود کفالتی کی قوت بھی پیدا ہوگی۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس شعبے کو علمی دھارے سے جوڑ کر اس میں دور حاضر کے تقاضوں کی تکمیل کی وہ صلاحیت پیدا کردی جائے جس سے مقصد کو دوام حاصل ہو۔ حالات کے بدلتے دھاروں میں بھی امید افزا نتائج نکلتے رہیں۔

دوسری ضرورت یہ بھی محسوس ہوتی ہے کہ پورے عالم میں فتنۂ قادیانیت کا مقابلہ کرنے والی تنظیمیں، جماعتیں اور ادارے، ایک دوسرے کی سرگرمیوں سے واقف ہوں، موضوع کے تعلق سے اپنی معلومات کا تبادلہ کریں اور ایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ اٹھائیں۔ بلاشبہ عالمی اور علاقائی سطح پر فتنۂ قادیانیت کے خلاف جو خدمات انجام دی جارہی ہیں۔ وہ قابل قدر اور نفع بخش ہیں اور اس کا فائدہ ملت اسلامیہ کو ہو رہا ہے۔ لیکن ان سب کے اتحاد سے ملت اسلامیہ کو جو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ ابھی اس میں کمی ہے۔

بہاولپور چوک فوارہ کا نام ’’ختم نبوت چوک‘‘ ہائیکورٹ کا فیصلہ

بہاول پور چوک فوارہ کا نام ختم نبوت چوک رکھنے کے لئے رفقاء نے کوشش کی۔ بورڈ و بینر لگائے۔ انتظامیہ نے اتار دیئے۔ جناب حاجی محمد شفیع صاحب کی طرف سے ہائیکورٹ لاہور کے بنچ بہاول پور میں کیس دائر کردیا گیا۔ ۳۱؍دسمبر۲۰۱۳ء کو سال کی آخری خوش کن خبر اسلامیان پاکستان کو سننے کے لئے ملی کہ ہائیکورٹ میں انتظامیہ کے وکلاء نے ختم نبوت چوک نام رکھنے پر اعتراض نہیں کیا۔ چنانچہ بہاول پور ہائیکورٹ بنچ نے فیصلہ سنا دیا کہ چوک فوارہ کا نام چوک ختم نبوت ہوگا۔ جناب مشتاق احمد وڑائچ، اختر حسین رائے، محمد اشفاق، الطاف نواز جوئیہ ان تمام وکلاء نے کیس کی پیروی میں بھرپور حصہ لیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اس فیصلہ پر دلی خوشی کا اظہار کیا۔

جماعتی سرگرمیاں!

ادارہ!

ختم نبوت کانفرنس مونی چوک لاہور

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے زیر اہتمام سالانہ تاریخی عظیم الشان ختم نبوۃ کانفرنس مونی روڈ چوک راوی روڈ پر منعقد ہوئی، کانفرنس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی، کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مقررین نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت احیاء دین اور وحدت امت کا مظہر ہے، مسلمانوں کی اجتماعیت و یگانگت عقیدۂ ختم نبوت میں مضمر ہے۔ امتناع قادیانیت ایکٹ پر عملدر آمد نہ کروانا قانون نافذ کرنے والے اداروں کی غفلت اور آئین پاکستان سے سنگین مذاق ہے۔ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا مفتی محمد حسن نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت کا دفاع کرنے والے ہر وقت اسلام کی افضل ترین عبادت میں مصروف ہیں، قادیانی کفر و ارتداد پر ملکی و غیر ملکی عدالتوں کے فیصلے سامنے آچکے ہیں قادیانی گروہ اسلام کا ٹائٹل استعمال کر کے اپنے کفر و ارتداد کو اسلام بنا کر پیش کر رہا ہے، اسلامیان پاکستان قادیانی فتنہ اور باطل قوتوں کی سرکوبی کیلئے پر امن جدوجہد جاری رکھیں۔ مولانا محمد الیاس گھمن نے کہا کہ حرمت رسول ﷺ کے تحفظ کا فریضہ سرانجام دینا عقائد اسلام کے تحفظ کے ساتھ ساتھ روحانی و اصلاحی تقاضوں کی بھی تکمیل ہے، قادیانی عقائد اسلام میں تحریف کر کے سادہ لوح مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونک رہے ہیں مغربی ممالک قادیانیوں کو مسلم سوسائٹی کا حصہ سمجھنے سے گریز کریں، قادیانی سوشل میڈیا اور فلاحی کاموں کے ذریعے نوجوان نسل کے ایمان و عقیدہ پر ڈاکہ زنی کر رہے ہیں اور دانستہ طور پر مسلمانوں کے اجماعی عقیدہ کو ٹی وی پروگراموں میں متنازعہ بنایا جارہا ہے، مفتی عاشق حسین نے کہا کہ ختم نبوت کا پلیٹ فارم تمام مسلمانوں کا متفقہ پلیٹ فارم ہے، ہمارے اکابرین نے باہمی اتحاد و اتفاق سے اس فتنہ کا مقابلہ کیا، آج ہم یہاں پر اپنے اکابرین کی سنت کو زندہ کر رہے ہیں، مختلف دینی جماعتوں کے باہمی اختلافات کے وجود عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی قیادت کے ساتھ متفق نظر آتے ہیں، یہ تمام تر ختم نبوت کا اعجاز اور اکابرین ختم نبوت کی خلوص بھری محنتوں کا نتیجہ ہے۔ مولانا نعیم الدین نے کہا کہ قادیانیت کا فتنہ یورپی ممالک کا تربیت یافتہ، اسرائیل کا ایجنٹ اور صیہونی قوتوں کے مفادات کیلئے پیدا کیا گیا ہے، قاری جمیل الرحمٰن اختر نے کہا کہ قادیانیت کا وجود ننگ انسانیت و ملت اسلامیہ کیلئے ناسور اور اسلام و ایمان کیلئے زہر قاتل ہے، قاری علیم الدین شاکر نے کہا کہ شہداء ختم نبوت نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے ہمیشہ گلشن رسالت کی آبیاری اور ناموس رسالت کے چراغ کو روشن کیا ہے، پوری دنیا میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابرین اس فتنہ کا تعاقب کرتے رہیں گے، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی نے کہا کہ حکومت پنجاب کی طرف سے چناب نگر کے سرکاری تعلیمی ادارے سکولز، کالجز قادیانیوں کو واپس کرنے کے دین دشمن اور آئین شکن اقدام کی ہم سب مذمت کرتے ہیں، اگر حکومت پنجاب نے قادیانیوں کو نوازنے کی کوشش کی اور چناب نگر کے تعلیمی ادارے قادیانیوں کو واپس کیے تو خاموش نہیں بیٹھیں گے۔

ختم نبوت کانفرنس بنوں

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع بنوں کے زیر اہتمام سالانہ ختم نبوت کانفرنس مورخہ ۲۰۱۳/۱۲/۱۶ بروز سوموار بوقت صبح ۸ بجے بمقام جامع مسجد حافظ جی بنوں سٹی منعقد ہوئی۔ کانفرنس کی صدارت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ضلعی امیر حضرت مولانا مفتی عظمت اللہ سعدی کر رہے تھے جبکہ سٹیج سیکرٹری مولوی عبدالغنی اشرفی اور مولوی ساجداللہ تھے اور انتظامی امور مولوی عبدالحسیب، مولوی حمیداللہ شاہ، مولوی قاری امام یوسف مولوی شمس الحق حاجی محمد آیاز قاری زبیداللہ مفتی شہید نواز قاری سعیدالرحمٰن اور حافظ محمد سلمان سرانجام دے رہے تھے۔ اس کانفرنس کے مہمان خصوصی صاحبزادہ مولانا رشید احمد صاحب مدظلہ تھے تلاوت کلام پاک قاری ادریس آصف نے پیش کی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ضلعی امیر مفتی عظمت اللہ سعدی نے کانفرنس کے اغراض ومقاصد بیان کئے صوبائی مبلغ مولانا عابد کمال نے اپنے بیان میں سرکار دوعالم ﷺ کے ساتھ مسلمان کی عشق ومحبت کا معیار بتا کر کہا کہ کوئی بھی مسلمان جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو وہ کبھی بھی حضور خاتم النبیین ﷺ کی شان میں گستاخی برداشت نہیں کرسکتا مرکزی ناظم تبلیغ حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے فرمایا کہ ہمارے اکابر نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے بہت تکالیف برداشت کیں اور قید وبند سے گزرے ہیں حتیٰ کہ ۱۹۵۳ء کے اندر لاہور کے سڑکیں ان کے خون سے رنگین کی گئی اور ہمارے اکابر ڈٹے رہے بالآخر اللہ تعالیٰ نے تحریک ختم نبوت کے ان پروانوں کو ۱۹۷۴ء میں کامیابی نصیب فرما کر قومی اسمبلی نے غیر مسلم اقلیت قرار دیا مرکزی ناظم شعبہ نشر واشاعت حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ثانی صاحب مدظلہ نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ صرف علماء کا کام نہیں بلکہ ہر مسلمان کا کام ہے کہ وہ تحفظ ختم نبوت کا کام کرے قیامت میں حضور خاتم النبیین ﷺ ہم سے پوچھیں گے کہ بتا جب ایک ملعون مجھ سے ختم نبوت کا تاج کھینچ رہا تھا تو اس وقت تو کس کام میں مصروف تھا اس لئے ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ اسی عقیدہ کے تحفظ کے لئے خود کو وقف کرے نومسلم جناب شمس الدین نے ہزاروں لوگوں کے مجمع سے اپنے ایمان لانے اور قادیانیت سے بیزاری کے اسباب بیان کرتے ہوئے کہا کہ مجھے اس بات نے ایمان پر آمادہ کیا کہ قادیانی کتب میں دجل اور فریب کے علاوہ کچھ نظر نہیں آرہا تھا شرافت کی باتیں قادیانیوں کی کتابوں میں بالکل مفقود ہیں اور اسلامی کتب میں نوری نور اس بات سے میں نے اندازہ لگایا کہ نبی تو شرافت کے بول بولتے ہیں اور مرزا قادیانی ملعون سراسر جھوٹ اور بیہودہ بکواس کرتا ہے بھلا یہ کیسا نبی ہوسکتا ہے اپنے خطاب میں جناب شمس الدین صاحب کو مبارکباد دیتے ہوئے سابق وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد حاجی محمد اکرم خان درانی نے کہا کہ میری باتیں اصل نہیں بلکہ بھائی شمس الدین صاحب جو ایک نومسلم قادیانی ہے کی باتیں اصل ہیں کیونکہ وہ ان ہی کا آدمی تھا اور وہ قادیانیوں کی تمام بھید جانتے ہیں انہوں علماء سے درخواست کی کہ علماء حضرات ہمارے لئے فتنوں کی نشان دہی فرمائیں ہم وعدہ کرتے ہیں کہ انشاء اللہ اس کو پارلیمنٹ کی سطح پر ہم اٹھائیں گے جمعیت علماء اسلام کے ضلعی امیر اور ہردلعزیز شخصیت حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب نے انبیاء کرام علیہم السلام کی عظمت کو بہت ہی خوبصورت انداز میں بیان کرتے ہوئے کہا کہ تمام انبیاء کرام عظمت والے ہیں کائنات میں سب سے اعلیٰ واولیٰ مقام حضرات انبیاء کرام کا ہے درجات

انسانیت میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو چنا پھر انبیاء کرام میں جناب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا انتخاب فرمایا اور محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء ہیں اور آپ ﷺ پر تمام عظمتوں کی انتہاء ہے آخر میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے صوبائی امیر حضرت مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ عقیدہ ختم نبوت دین کی اساس ہے اور مسلمان کبھی بھی اسلام کی بنیاد پر حملہ برداشت نہیں کرسکتا یہی وجہ ہے کہ آج ہزاروں لوگ اپنا کاروبار تجارت وغیرہ چھوڑ کر یہاں جمع ہوئے ہیں انہوں نے مزید فرمایا کہ یہود ونصاریٰ کے ایجنٹ قادیانیوں کو سازش کے تحت ملک کے کلیدی عہدوں پر بٹھایا جارہا ہیں جس سے ملک میں بدامنی کا دوردورہ ہے اختتامی دعا سے پہلے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ضلعی امیر مفتی عظمت اللہ سعدی نے کانفرنس میں شرکت کرنے والے علماء وعوام کے لئے کلمات تشکرادا کرتے ہوئے کہا کہ ختم نبوت کے کام سے پہلے ہمارے ضلع بنوں سے قادیانی کمپنیوں کا سیل پورے پاکستان کے اعتبار سے زیادہ ہوتا تھا ذالقہ گھی کا ماہانہ سیل چارسو (۴۰۰) ٹن تھا الحمدللہ آج ختم نبوت کے کام کی برکت سے (۱۰۰) ٹن کا سیل نہیں ہوتا اور انشاء اللہ یہ بھی ختم ہوجائے گا یہ کانفرنس صاحبزادہ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ رشید احمد صاحب کی پرسوز دعا سے اختتام پذیر ہوئی۔

ختم نبوت کانفرنس شبقدر

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مدہ مغل خیل شبقدر چارسدہ کے زیر اہتمام ''عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس'' بتاریخ ۷ اردسمبر بروز منگل بوقت دو بجے ظہر بمقام ''جامع مسجد صاحب حق صاحب'' منعقد ہوئی۔ کانفرنس کی صدارت معروف روحانی شخصیت امام العارفین، آفتاب نقشبندیت حضرت مولانا قاری عبدالغفور صاحب دامت برکاتہم نے فرمائی۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض تحصیل کے جنرل سیکرٹری اور کانفرنس کے منتظم عبدالمعبود حقانی نے انجام دیئے۔ کانفرنس کا باقاعدہ آغاز حافظ عبدالسلام عارف کی تلاوت سے ہوا۔ مہمان خصوصی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم تبلیغ قاطع قادیانیت حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی صاحب دامت برکاتہم تھے۔ حضرت نے انتہائی مختصر وقت میں ترتیب وار دس باتیں ارشاد فرمائیں۔ اور ''دریا کو کوزہ'' میں بند کرکے قادیانیت کا کامیاب آپریشن کیا۔ جن دوسرے علماء نے اس موقع پر بیانات کئے ان میں حضرت مولانا عابد کمال صاحب مبلغ پشاور ڈویژن، حضرت مولانا مفتی محمد قاسم صاحب ابن حضرت مولانا محمد امیر بجلی گھرؒ، حضرت مولانا حزب اللہ جان صاحب امیر ضلع چارسدہ، حضرت مولانا ایاز احمد حقانی صاحب امیر تحصیل شبقدر، حضرت مولانا نجیب الاسلام صاحب ناظم ضلع چارسدہ شامل ہیں۔ یہ عظیم الشان کانفرنس مہمان خصوصی حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی مدظلہ کی جامع اور مؤثر دعا سے اختتام پذیر ہوئی۔

مولانا خلیل الرحمٰن زاہد کی رحلت

ممتاز عالم دین اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت راوی روڈ لاہور کے سرپرست اچانک حرکت قلب کے بند ہوجانے کی وجہ سے انتقال کرگئے۔ ۱۴ردسمبر ۲۰۱۳ء بروز ہفتہ بعد نماز عشاء عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہونا تھی۔ کانفرنس کی تیاری کے سلسلے میں ظہر کی نماز کے بعد کانفرنس کے پنڈال میں تشریف لے گئے۔ سیکورٹی کے

بارے میں کارکنان ختم نبوت کی بھرپور رہنمائی کی اور سٹیج کا معائنہ کیا اور یہ کہ کر چلے گئے کہ عشاء کی نماز پڑھ کر آجاؤں گا۔ گھر پہنچے اور اچانک ہارٹ اٹیک ہوا۔ ہسپتال لے جایا گیا لیکن جان بر نہ ہو سکے۔ مولانا خلیل الرحمٰن جامع مسجد نورانی (قلعہ محمدی) راوی روڈ لاہور کے امام و خطیب تھے۔ مرحوم اس مسجد میں تقریباً ۴۲ رسال سے اس مسجد سے وابستہ رہے۔ ۵۳ رسال عمر پائی۔ ان کی تمام زندگی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور دین اسلام کی اشاعت و خدمت میں گزری۔ ہزاروں نوجوانوں نے ان سے حفظِ قرآن کیا۔ ان کی نماز جنازہ ۱۵ ردسمبر ۲۰۱۳ء بروز اتوار بعد نماز ظہر جامع مسجد نورانی میں ادا کی گئی۔ نماز جنازہ شیخ الحدیث مولانا محبّ النبی مدظلہ نے پڑھائی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے رہنماؤں مولانا نعیم الدین، قاری جمیل الرحمٰن اختر، پیر رضوان نفیس، مولانا عبدالنعیم، مولانا قاری عمر حیات، بھائی محمد حامد بلوچ، حکیم ارشاد حسین و دیگر عہدیداروکارکنان ختم نبوت نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور ان کی وفات پر تعزیت کرتے ہوئے مرحوم کے لیے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور لواحقین کے لیے صبر جمیل کی دعا کی۔

قاضی فہیم احمد قریشی بھی چل بسے

ہری پور: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیت علماء اسلام ضلع ہری پور کے قدیم، بے لوث اور مخلص رہنما قاضی فہیم احمد قریشی ۲۹ ر نومبر بروز جمعۃ المبارک کو رات ۱:۳۰ پر انتقال فرما گئے جن کی نماز جنازہ اگلے روز شیخ الحدیث شیخ حبیب اللہ صاحب نے سرائے صالح ہری پور کی جنازہ گاہ میں پڑھائی۔ جنازہ میں تمام دینی جماعتوں کے رہنماؤں سمیت ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ نماز جنازہ سے قبل مقررین نے اپنے خطابات میں ان کے تحفظ ختم نبوت، تردید مرزائیت اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کی جانے والی کوششوں، قربانیوں اور ان کی علم دوستی پر انہیں خراج عقیدت پیش کیا۔ قاضی فہیم احمد قریشی مرحوم کو امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ، بطل حریت آغا شورش کاشمیریؒ، مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ، مجاہد اسلام، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مجاہد ختم نبوت مولانا تاج محمودؒ، خطیب ختم نبوت صاحبزادہ طارق محمود اور مفکر ختم نبوت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ سے والہانہ عقیدت تھی۔ ان سے متعلق کتابیں اور رسائل جمع کرتے اور انہیں سنبھال کر رکھتے۔ ان کی لائبریری اس حوالہ سے یادگار لائبریری ہے۔ تحفظ ختم نبوت اور رد مرزائیت کے حوالے سے ان کی ذاتی لائبریری میں بیسیوں کتابیں موجود ہیں۔ قاضی فہیم احمد قریشی مرحوم کے بھتیجے محمد عبیدالرحمٰن قریشی حلقہ امیر شریعتؒ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ذمہ دار ہیں۔ حق تعالیٰ جناب قریشی صاحب کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین!

قبول اسلام

محمد اجمل ولد محمد اسلم قوم راجپوت، محلہ نصرت آباد چناب نگر۔ روزینہ بی بی زوجہ محمد اجمل، محلہ نصرت آباد چناب نگر نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما مولانا غلام مصطفیٰ خطیب اعظم چناب نگر کے ہاتھ پر قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کرتے ہوئے کہا کہ قادیانیت دجل وفریب، شکوک وشبہات کا نام ہے۔ انہوں نے حلفیہ بیان میں کہا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنے تمام دعاوی میں کذاب ودجال اور جھوٹا تھا۔ انہوں نے کہا کہ وہ قادیانی جماعت کے دونوں گروپوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ آئندہ ان کا قادیانیوں سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔

DRESS CODE GUIDE LINE

ستر کے متعلق راہ نمائی

O ye Children of Adam! We have bestowed raiment (clothing) upon you to cover yourselves (screen your private parts, etc.) and as an adornment to you * Al-Ahraf (7:26)

O ye Children of Adam! Wear your beautiful apparel at every time and place of prayer * Al-Ahraf (7:31)

* (Extracts from Ayaat of Surah Al-Ahraf)

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ط

اے اولاد آدم! ہم نے تمہارے لئے لباس اتارا جو تمہارے ستر کو بھی چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے۔ * سورۃ اعراف (۷:۲۶)

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ

اے اولاد آدم! تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت (نماز کیلئے) اپنا (مکمل) لباس پہن لیا کرو۔ * سورۃ اعراف (۷:۳۱)

* (سورۃ اعراف کی آیات سے اقتباس پیش کیا گیا ہے)

Nabi e Karim SAW said: "Whatever is above the knee should be covered, and whatever is below the naval should be covered." (Darqutni)

(An extract from a hadith of the prophet SAW)

عورة الرجل مابين سرته الٰى ركبته (رواہ الدارقطنی)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مرد کا ستر ناف سے گھٹنے تک ہے" (دار قطنی)

(حدیث مبارک سے اقتباس پیش کیا گیا ہے)

Every Muslim should wear such clothing that sufficiently cover their Satar. Especially during salah, he must take care to cover his satar and not wear clothing with pictures, cliparts or cartoons of living creatures i.e human beings and animals.

It has been noticed in Masajid that some youth wear short tops during prayers, exposing areas of their body during prostration (SajdaH) which are compulsory (Fardh) to cover.

ہر مسلمان کو ایسا لباس پہننا چاہئے کہ اس کا ستر ہر حال میں ڈھکا رہے۔ خاص طور پر نماز ادا کرتے وقت جسم کے ستر کا ضرور خیال رکھا جائے اور ایسی جیکٹ یا شرٹ نہ پہنی جائے جس پر انسانوں یا جانوروں کی تصاویر، کلپ آرٹ یا کارٹون بنے ہوں۔

مساجد میں دیکھا گیا ہے کہ کچھ نوجوان چھوٹی شرٹ پہن کر نماز ادا کرتے ہیں جس سے سجدہ کرتے وقت انکے جسم کا وہ حصہ ننگا ہو جاتا ہے جس کا ڈھانپنا فرض ہے۔

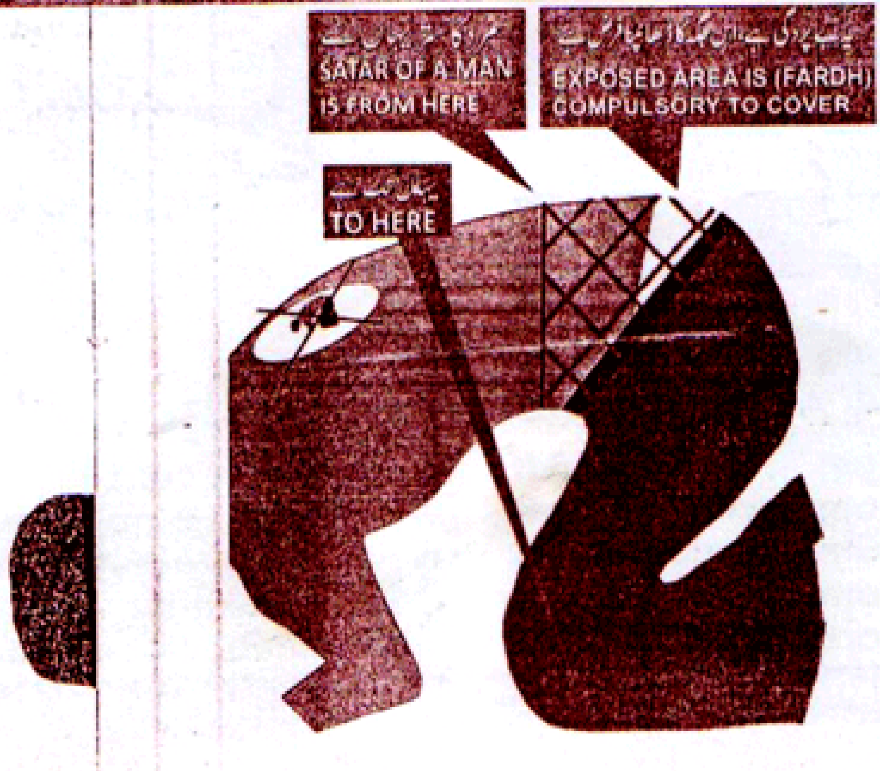

For info. Mr M.A. Qadhi, email: maq@uk2.net
Printed By: Printech Printers Tel:020 8514 7831

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے تمام ماننے والے (قادیانی اور لاہوری جماعت)

دائرۂ اسلام سے خارج

عالم اسلام کے تمام مکاتب فکر کے علماء، مفتیان اور اداروں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ

☆مرزا قادیانی اور اس کے تمام ماننے والے کافر مرتد، زندیق اور خارج از اسلام ہیں ☆مسلمانوں کو قادیانیوں سے رشتہ ناطہ میل جول، دوستی اور تعلقات رکھنا ناجائز اور حرام ہے ☆مرزائیوں کا ذبیحہ حلال نہیں بلکہ مردار اور نجس ہے ☆مرزائیوں کی عبادت گاہ کو مسجد کہنا درست نہیں ☆قادیانیوں کی نماز جنازہ پڑھنا اور ان کو اہل اسلام کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں۔

مرزائیوں کے کفر وارتداد پر سینکڑوں فتاویٰ میں سے چند اہم فتاویٰ درج ذیل ہیں

☆ **جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کا فتویٰ:**

مرزا قادیانی کے عقائد پر مشتمل ایک استفتاء کے جواب میں لکھا گیا کہ ''جو شخص ایسا عقیدہ رکھتا ہو اور ان اقوال کا مصدق ہو تو اس کے کفر میں کچھ کلام نہیں وہ شرعاً مرتد ہوگا اور اس کے ساتھ نکاح جائز نہیں''۔ (قادیانیت ہماری نظر میں ص ۲۷۷)

☆ **قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ:**

مرزا قادیانی کافر دجال اور شیطان ہے۔ (فتویٰ امام ربانی بر مرزا قادیانی)

☆ **حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کا فتویٰ:**

قادیانی اپنے عقائد مخصوصہ کے سبب مسلمان نہیں کہلا سکتے اس واسطے کسی مسلمان کو ان سے کسی قسم کا تعاون جائز نہیں۔ (مہر منیر ص ۲۹۳)

☆ **علماء دیوبند کا متفقہ فتویٰ:**

(۱) مرزا غلام احمد اور اس کے جملہ معتقدین بوجہ بدرجہ مرتد، زندیق، ملحد، کافر اور فرقہ ضالہ میں یقیناً داخل ہیں (۲) معتقدین مرزا مذکور کے ساتھ کوئی اسلامی معاملہ شرعاً ہرگز درست نہیں (۳) کسی مرزائی کے پیچھے نماز ہرگز درست نہیں (۴) مرزائیوں کو نماز پڑھنے یا دیگر مذہبی احکام ادا کرنے کے لئے اہل سنت والجماعت اور اہل اسلام اپنی مسجدوں میں ہرگز نہ آنے دیں۔ (القول الصحیح فی مکاید المسیح ص ۱۲۰)

☆ **مشہور اہل حدیث عالم مناظر اسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کا فتویٰ:**

مرزا صاحب اور ان کی جماعت چونکہ عقائد باطلہ کی حامل ہے اور اصول اسلام سے منحرف ہے اس لئے وہ کافر ہے۔ (سیرت ثنائی ص ۱۷۸)

☆ **ندوۃ العلماء لکھنؤ کا فتویٰ:**

مرزا قادیانی کی عبارتوں پر مشتمل ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرمایا کہ ان اقوال مذکورہ استفتاء کا جو شخص قائل ہو وہ کافر ہے اسلام سے خارج ہے مناکحت وغیرہ اس سے جائز نہیں۔ (استخفاف المسلمین ص ۴۴-۴۵)

☆ **مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا فتویٰ:**

علماء کرام حرمین شریفین نے قادیانی کی نسبت بالاتفاق فرمایا کہ ''من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر'' ''جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اس صورت میں فرض قطعی ہے کہ تمام مسلمان موت وحیات کے سب علاقے اس سے قطع کریں، بیمار پڑ جائے پوچھنے کو جانا حرام، مر جائے تو اس کے جنازہ پر جانا حرام، اسے مسلمان کے گورستان میں دفن کرنا اس کی قبر پر جانا حرام۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۵۱ ج ۶)

☆ **جامعہ رضویہ کا فتویٰ:**

مرزائی ختم نبوت اور دیگر ضروریات دین کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہیں مرزا قادیانی اور اسے حق پر ماننے والوں کو مسلمان جاننے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (قادیانیت ہماری نظر میں ۶۵۹)

☆ **جامعہ ازہر مصر کا فتویٰ:**

قادیانی کافر ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ (قادیانیت ہماری نظر میں ۶۵۵)

☆ **رابطہ عالم اسلامی کا فیصلہ:**

۱۰۴ ملکوں کی نمائندہ تنظیم رابطہ عالم اسلامی نے اپنے اجلاس منعقدہ ۶ تا ۱۰ اپریل ۱۹۷۴ء مکہ المکرمہ میں فتنۂ قادیانیت کے تمام پہلوؤں پر غور کر کے ایک متفقہ قرارداد پاس کی۔

۱- تمام اسلامی تنظیموں کو چاہئے کہ وہ قادیانی معابد، مدارس، یتیم خانوں اور دوسرے تمام مقامات میں جہاں وہ سیاسی سرگرمیوں میں مشغول ہیں ان کا محاسبہ کریں اور ان کے پھیلائے ہوئے جال سے بچنے کے لیے عالم اسلام کے سامنے ان کو پوری طرح بے نقاب کیا جائے۔

۲- اس گروہ کے کافر اور خارج از اسلام ہونے کا اعلان کیا جائے۔

۳- مرزائیوں سے مکمل عدم تعاون اور اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی ہر میدان میں مکمل بائیکاٹ کیا جائے اور ان کے کفر کے پیش نظر ان سے شادی بیاہ کرنے سے اجتناب کیا جائے اور ان کو مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن نہ کیا جائے۔ (روزنامہ الندوہ)

ان فتاویٰ اور فیصلوں کی روشنی میں مسلمانوں پر لازم اور ضروری ہے کہ قادیانیوں کا سماجی، معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی ہر سطح پر مکمل بائیکاٹ کریں اور اپنے عقیدہ وایمان کی حفاظت کے لیے ان سے کسی طرح کا میل جول ربط ضبط نہ رکھیں۔

شائع کردہ: شعبۂ تحفظ ختم نبوت مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور (یوپی) ۲۴۷۰۰۱
Ph. No. 0132-2655542 Fax. No. 0132-2659912

MONTHLY LAULAK MULTAN REGD. Number M-108

عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے نویدِ مسرت

تقریباً 40 سال بعد پہلی مرتبہ مجاہدین وشہدائے ختم نبوت کی لازوال قربانیوں کا ثمرہ منظر عام پر!

- ★ قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی 21 روزہ کاروائی کی رپورٹ جسے حرف بہ حرف حکومت نے 21 حصوں میں شائع کیا
- ★ یہ سرکاری مستند دستاویز اپنے قاری کو حق وباطل کے معرکہ سے اسطرح روشناس کرتی ہے کہ مرزا غلام قادیانی کے پیروکاروں کے گروہ مرزا ناصر اور لاہوری گروپ کے گروؤں کی ذلت آمیز شکست کا عبرت ناک نظارہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔
- ★ یہ رپورٹ مرزا غلام قادیانی اور قادیانیت کے کذب اور دجل پر مہر اور ہر قادیانی ولاہوری کے لئے ”اتمام حجت“ ہے۔
- ★ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے پہلی مرتبہ انتہائی کاوش وعرق ریزی سے تحقیق وتخریج سے آراستہ کر کے سرکاری رپورٹ کو 5 جلدوں (2952 صفحات) میں شائع کر دیا ہے۔ جو کہ مجلس کے ہر دفتر سے صرف لاگت کے خرچہ -/1000 روپے پر دستیاب ہے علاوہ ڈاک خرچہ، نیز vp کی سہولت حاصل نہ ہوگی۔
- ★ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے سارے عالم میں اس ”اتمام حجت“ کو قائم کرنے کیلئے یہ پانچ جلدیں انٹرنیٹ پر ملاحظہ کرنے اور مفت محفوظ download کرنے کی سہولت بھی بہم پہنچادی ہے۔

صرف ایک کلک سے ملاحظہ اور ڈاؤن لوڈ فرمائیں

www.amtkn.com/nareportv1.pdf
www.amtkn.com/nareportv2.pdf
www.amtkn.com/nareportv3.pdf
www.amtkn.com/nareportv4.pdf
www.amtkn.com/nareportv5.pdf

www.amtkn.com
www.khatm-e-nubuwwat.com
www.khatm-e-nubuwwat.info
www.laulak.info
www.facebook.com/amtkn313

ameer@khatm-e-nubuwwat.com, popalzai@amtkn.com

061- 4783486
0300-4304277

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان

قیمت سالانہ -/100 روپے

قیمت فی شمارہ -/10 روپے